۱۸۸۷

۶۰۶

تصویر غالب و مغلوب

یہ رسالہ منشی سعید یل جناب سید سجاد حسین صاحب کی تصنیف سے ہی مناظرہ میں اِس قسم کی تحاریر کا قید قلم میں لانا منشی صاحب موصوف کی ذات بابرکات ہی کے لئے مختص ہی اگرچہ رسالہ مذکور میں انتہائے تہذیب و شایستگی کو برتا گیا ہی لیکن چونکہ حضرات اہل سنت والجماعت کچے پکے حالات سُننے کے عادی نہیں لہذا اُنکو بصدائے کوس جتلایا جاتا ہے کہ اِس کتاب کو نہ تو خریدیں اور نہ مطالعہ فرمائیں۔

مصرع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

بہ مطبع یوسفی دہلی باہتمام سیّد علی حسین

طبع شد

تاریخ اعثم کوفی اُردو

یہ کتاب علم تاریخ وسیر میں اول درجہ کی مستند کتاب ہے اہل جماعت تو اسلئے قدر افزائی کرتے ہیں کہ اُن کے ایک فاضل جلیل نامور کی تصنیفات سے ہے اور حضرات شیعہ اسلئے خرید فرماتے ہیں کہ مصنف کے قلم سے اکثر مقامات پر کلمات حق بیساختہ نکل گئے ہیں اور مذہب حقہ کی جابجا سے تائید نکلتی ہے اس تاریخ میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے لیکر یعنی جس وقت سے کہ بنی ساعدہ کے چھتے میں خلافت کی بابت شوریٰ ہوا اور یہ کہ خلافت ابوبکر کیونکر قرار پائی اور بنی ہاشم کو بھی شریک مشورہ کیا یا نہیں خلافت اول میں فتوحات اسلامی کی کیا کیا صورتیں رہیں خلافت اول کے بعد دوم خلافت کس طرز وطریق پر قایم ہوئی اور اُس نے کیا کیا رنگ جمائے جناب علی مرتضےٰ نے خلیفہ ابوبکر وخلیفہ عمر کی جانشینی کے وقت اپنا حق خلافت کن الفاظ میں جتلایا اور خلیفتین نے کیا کیا عذرات پیش کئے اور خلفائے مذکورہ کے ہواخواہوں نے کن الفاظ میں معذرت کی اور خلافت سیوم کی کیا حالت رہی اور کن کن بدعات ومخترعات وخلاف ورزی احکام اسلامیہ کی بدولت انجام کار کیا امر ناشدنی پیش آیا۔ پھر خلافت مرتضوی کس جوش وخروش سے تسلیم کی گئی۔ الغرض انجام کار سقیفۂ بنی ساعدہ کے شورے کی بدولت فرزند رسول الثقلین کیا کیا مصائب اٹھاکہ راہی جنت ہوئے تا شہادت مظلوم کربلا کل کیفیت مندرج ہے۔ یہ کتاب اصل بہ زبان فارسی تھی ہمنے بصرف زر کثیر وسعی بلیغ اُسکا ترجمہ بزبان اردو کرایا ہے قدردانی قدرروانوں کے ہاتھ ہے۔ قیمت صرف عہ ۴ ر

الحق یعلو ولا یعلی علیہ

الحمد للہ و المنہ کہ درین عہد معدلت مہد بزمانہ خوش اسلوب واعنی

۱۹۰۴ء

غالب و سلسلۂ تصویر معشوق

۱۳۲۲ھ

من تصنیفات منشی سعید بیان وفضائل جلیل السید سجاد حسین صاحب

در مطبع یوسفی دہلی طبع شد

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد وفاتِ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام زمانہ نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ خاندانِ نبوت سے بالکل برگشتہ ہوگیا دمبدم اہلبیتؑ کے آزار پر اس بیباکی سے بند قبا کھولے کہ پہلوانانِ دنگل نشین کی صورت بنگیا آل رسولؐ سے کبھی کسی کو آرام و چین نہ لینے دیا واقعہ کربلا اسکی شہادت میں ایسا کافی ثبوت ہے کہ جسکے بطلان پر کسی کو قدرت نہین زمانۂ ناہنجار نے کچھ یہی نہین کیا کہ دنیا سے اہلبیتؑ کے نفوسِ قدسیہ کے مٹانے مین کوشش کی ہو بلکہ یہانتک زیادتی کی ہے کہ انکے فضائل و مناقب کے دبانے اور چھپانے میں اپنی پوری قوت دکھلائی ہے اگر کوئی شخص انکے ساتھ فدویانہ برتاؤ کرتا تھا یا آنکہ اپنا فلاح دینی سمجھکر اظہارِ فضائل مین قلم اٹھاتا تھا اسکے استیصال کلی پر اس اہتمام سے کمربستہ ہوجاتا تھا کہ پایان نہین فضائلِ اہلبیت کے بیان کرنیوالونپر ارۂ جفا پھرایا جاتا تھا دست و زبان قلم ہوتے تھے بقول شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و شاہ ولی اللہ امام نسائی کو محض علیؑ مرتضیٰ کی فضیلت بیان کرنے سے ایسی نیلی پیلی آنکھین دکھلائین اور اہل شام سے بیچارہ کو بایں بیدردی پٹوایا کہ بالآخر ضربِ شدید اٹھا کر ہلاک ہوگیا

پس قیاس کرنیکا موقع ہے کہ جب زمانہ کی مخالفت کسی گروہ کو ایسی سلطنت کے پنجہ میں پھنسا دیوے کہ وہ گروہ اپنے مذہبی وقار کے اظہار سے معطل ہے تو کب ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ جماعت مغلوب سلطنت اپنے فرائض مذہبی ادا کر سکے یا یہ کہ اپنے عقائد کی تصویر کو خوشنما کر کے عام منظر گاہوں پر بنظر ترغیب و ہدایت لٹکا سکے ہر مذہب کے رائج و شایع ہونیکے لئے سلطنت ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اُسکے ہر گز ترویج و اشاعت نہین ہوسکتی۔ مذہب ایک قالب بیجان ہے حکومت وریاست اُسکی روح قالب جب ہی کلبلاتا ہے جبکہ ہر رگ و پے میں روح دوڑ دھوپ کرتی ہے الحاصل جبتک کہ سلطنت بنی امیہ و بنی عباس خاندانِ نبوت پر سیف بُران چلاتی رہی موالیانِ اہلبیت مثل قالبِ بیجان کچھ حرکت مذبوحی کرتے رہے جس جسقدر کہ سلاطینِ خوارج و نواصب کا زور کم ہوتا رہا اتنا ہی مذہب شیعہ شکوہِ زمانہ سے ہاتھ پیر چھوڑا اتار ہا تا اینکہ خدا نے ہمارے سرون پر اُس سلطنت کا سایہ ڈالا کہ جس نے اپنے انصافِ خسروانہ سے عام مذاہب کو جامِ آزادی پلا کر مست و سرشار بنا یا ہمکو لازم ہی کہ ایسی پُر عدل و داد حکومت مین تقریری و تحریری فوٹو گراف سے مذہبی تصویر کھینچکر عام طور پر وقتاً فوقتاً دکھاتے رہین عجب نہین کہ اہل انصاف ہمارے ایمانی نقشہ کو تمامی عیوب سے پاک اور خوشنما دیکھکر اس طرف توجہ فرمائیں اور ہمارے ناواقف ہم مذہب آئینہ مین اپنے خط و خال کی خوبی دیکھکر کسی دوسری صورت پر رال نہ ٹپکائین۔ بنابران حقیر و ذلیل نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ گاہ گاہ بلا التزامِ وقت مذہب شیعہ کی وقعت اہلِ زمانہ پر ظاہر کرتا رہے۔ ہرچند کہ معاملات مذہبی میں لکھنے پڑھنے اور بحث و مباحثہ کرنے کی اب کوئی ضرورت باقی نہین کیونکہ محققین سابقین نے کسی

مسئلہ نزاعی کو ایسا نا کافی نہین چھوڑا کہ متاخرین کو ہاتھ ہلانے کی ضرورت پڑے۔ مگر افسوس ہے کہ اہلِ اسلام اپنے قدیم علوم سے ایسے بے بہرہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین کہ تالیفات علما کی حقائق واقعیہ سے بالاستیعاب فائدہ نہین اُٹھا سکتے علمائے کرام نے محنتِ شاقہ سے اپنی جانِ عزیز کو کاہیدہ و فرسودہ کرکے جو گوہر آبدار جگر چیر چیر کر نکالے تھے وہ ملک کے بے علم ہونے سے ہم سنگ خذف پارہ ہوگئے علماء ملتِ شیعہ نے بظاہر دو مطلب سے امورات مذہب مین گفتگو کرکے کتابین لکھی تھین (اول) اپنے ہم مذہبون کی شکوک مخالفین سے حفاظت (دوم) حضرات اہلسنت کی ترغیب وہدایت۔ پہلا مطلب خواصِ شیعہ کے لئے نفع بخش ہوا۔ مگر عام مومنین نے اپنی بے علمی سے بوجہ دقتِ مضامین و شوکتِ الفاظ کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ کتاب خریدی اور الماری پر رکھکر سوائے برسات کے کبھی ہاتھ نہ لگایا۔ دوسرا مطلب ترغیب وہدایت پر مشتمل تھا اُسکو اہلسنت نے عمداً بحکم مذہب ترک کردیا۔ بانیانِ ملتِ سُنیّہ نے اس بات کو ضروریاتِ دین مین داخل کردیا ہے کہ نہ شیعہ کی کتابیں دیکھو اور نہ اُن سے مذہبی باتین سنو اسلئے کہ وہ لوگ صحابہ کے مطاعن و قوادح کچھ اس غضب کے چم وخم سے بیان کرتے ہین کہ پائے ثبات کو لغزش ہوکر شاخ سُنّت سے پھسلنا پڑتا ہے۔ (دیکھو) تحفہ کا صفحہ (۳۰) امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے کہ واعظ پر حرام ہے واقعات شہادت حسینؑ کا بیان کرنا اور نیز اُن معاملات کا جو کہ برنبار مخاصمت صحابہ مین واقع ہوئے کیونکہ اُنکا سننا مجریہ بغض صحابہ ہوتا ہے۔ ناظرین خود غور فرما سکتے ہین کہ ایسے حضرات مذہبی حالات پر کیا اطلاع پا سکتے ہین جو کہ معائنہ کتب کو حرام

سمجھین موجدانِ ملتِ سُنیہ نے اِس روک ٹوک میں عجیب مطلب بے رگ کی تخم ریزی کی ہے چونکہ ماشاء اللہ عاقل و فرزانہ تھے سمجھ گئے کہ جسوقت آلِ محمد کا تباہ و برباد ہونا مسلمانون کی کتابون میں دیکھین گے یا واعظون سے سنیں گے ظالمان آلِ رسول کی خدمت مین ضرور رہیتا کچھہ الفاظ پیش کرین گے۔ پس اُنھون نے بطور تقدم بالحفظ قطعی ممانعت کردی کہ نہ شیعہ کی کتاب دیکھو نہ اُن کے ساتھ نشست و برخاست کرو نہ مجالس سید الشہدا میں جاؤ یہی وجہ ہے کہ حضرات اہلسنت کی طبائع سے محبت اہلبیت اُٹھ گئی۔ ایام محرم میں اُنکو یہ بھی خبر نہین ہوتی کہ ان دنوں کس امت کے نبی پر ارۂ جفا پھرایا گیا۔ علماء متعصب کی اتباع سے پاشکستہ ہوکر ایسے دائرہ نشین کنج مسلمانی ہوئے کہ گولر کے کیڑے اور کنوئیں کے مینڈک جیسے بنگئے۔ کنوئین کے مینڈک کی انتہائے سیاحت چند ذراع مدور رہے چونکہ سوائے دورِ چاہ اُس نے کبھی کوئی دریائے ناپیداکنار نہین دیکھا۔ لہذا یہی جانتا ہے کہ بس وسعت دنیا اسی قدر ہے ایسے ہی گولر کا کیڑا اُس بقعۂ سربستہ کو تمام کرۂ زمین کا نقشہ سمجھتا ہے اہلسنت کی مبنی واقفیت شاہ صاحب کے تحفہ تک محدود ہے۔ وہ بہ تعلیم شاہ صاحب یہی جانتے ہیں کہ شیعہ عبداللہ ابن سبا کے چیلے ہین صحابۂ اہلبیت باہم متحد تھے۔ خلفا کبھی کسی جنگ سے نہین بھاگے۔ آنحضرت کی نبوت مین شک کرکے شاکین و مرتابین کی جماعت میں اعلےٰ درجہ کا پاس حاصل نہین کیا تقسیمِ غنائم میں حضرت کو غیر عادل کہکر اُنکا دل نہین دکھایا۔ لشکرِ اُسامہ سے پاکشی کرکے تازیانۂ لعن نہین کھایا۔ جنابِ ما ینطق عن الھوےٰ کو ہذیان گو کہکر تو موعتی کا خطاب نہین پایا نبی کو بے گور و کفن چھوڑکر سقیفہ مین سرگرم مشورت نہین ہوئے نہ اہلبیتؑ سے خلافت لی نہ فاطمہؑ کو

گھر پھونکنے کی دھمکی دی نہ فدک کو ضبط کر کے داخل خالصہ کیا نہ خمس کو بند کر کے آل نبی کو محتاج بنایا نہ مسلمانون پر الزام ردت قائم کر کے سیف اللہ چلائی ۔ نہ متعہ کو حرام کر کے اہل اسلام میں وبائے زناکاری پھیلائی نہ تراویح کو ایجاد کر کے اُسکے موجد نے بدعت کہا نہ حی علی خیر العمل کو اذان سے گرایا اور نہ الصلوٰۃ خیر من النوم کو اپنی تجویز سے داخل کیا نہ نبی صلعم نے اُنکو انسان صورت وشیطان سیرت کہا۔ نہ علی ؑ نے کاذب وغادر وخائن وآثم سمجھا وغیرہ وغیر کاش بدر وحنین وخیبر واُحد ودیگر معارک دعجا ہد کے حالات اپنی ہی کتابون میں حضرات دیکھتے تو معلوم ہوجاتا کہ کس کس نے چمکتی ہوئی سے آنکھہ چرا کر معرکہ جنگ سے پشت پھرا کے ثم ولیتم مدبرین کا جنگی تمغہ زیب گلوئے نازک کیا ہے۔ المختصر چونکہ بڑی بڑی کتابون کا دیکھنا ہر شخص کو متعذر ہے۔ لہذا مینے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ عام فہم اُردو مین کتب معتمدہ اہلسنت سے معاملات بالا ودیگر صدہا وہزارہا قصص صحیحہ کو ایک دو ورق پر لکھکر گاہ گاہ ہدیۂ انظار ارباب انصاف کرتا رہون ۔ مین یقین کرتا ہون کہ بخیران کو چہ حقیقت جب معاملات کو بنظر صحیح ملاحظہ فرمائین گے ضرور بر سر انصاف ہو کر افتراق حسن وقبح کر کے جادہ ہمائے صراط مستقیم ہون گے اس ابتدائی پرچہ مین مخیف کوئی مذہبی مباحثہ نہین کرتا بلکہ کچھہ رجز خوانی کرتا ہے اُسے سن لو اور پھر امیدوار رہو انشاء اللہ آیندہ زمانہ مین ناظرین کو عجیب باغ شاداب دکھاؤنگا جناب مولوی خلیل احمد صاحب کتاب مستطاب ہدایات الرشید کے صفحہ ۳ سطر ۲۰ پر ارقام فرماتے ہین) بحمد اللہ تعالےٰ تیرہ سو برس سے اہلسنت اور اُنکا مذہب حسب وعدہ خداوند تعالیٰ بہ مضمون آیۂ کریمہ) ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون[1]

[1] قرآن مین بجائے الکافرون کے مشرکون ہے مولوی صاحب صحیح سے الکافرون لکھا ہوا ہے لہذا غلط لکھا گیا

عموماً تمام ادیان و مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر جو ابتدائے حدوث سے ستر تقیہ
مین مستور و مستتر رہا ہے غالب چلا آیا ہے اور انشاء اللہ حسب وعدہ تا قیام قیامت
غالب رہیگا۔ آیہ موصوفہ بالا کا مولوی صاحب ممدوح نے یہ ترجمہ کیا ہی وہ ذات وہ ہے
جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اُس کو
تمام ادیان پر اگرچہ بُرا لگے کافرون کو۔ اس آیہ مبارکہ پر استدلال کرنے سے جناب
مقدم الوصف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اہلسنت مثل رسول پاک تمام مذاہب باطلہ
اور خصوص مذہب شیعہ پر غالب ہین اور بوجہ مغلوب ہونیکے شیعہ کافر ہین۔ مین تعجب
بلکہ افسوس کرتا ہون کہ صاحب ہدایات الرشید نے باوصف دعویٰ تہذیب
شیعہ کے مقابلہ مین ایسے سخت لفظ کا کیون استعمال کیا کہ جس سے بالاتر برا کلمہ ممکن
نہین۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کلمات لکھنے میں مولوی صاحب مجرم
قرار نہیں پا سکتے بلکہ ایک حد خاص تک معفو سمجھے جا سکتے ہیں کیونکہ اُن کے پیشوائے
ملت حضرت معاویہ بھی جناب امیرؑ کو گالیان دیا کرتے تھے۔ پس باتباع امام خود اگر
اُنھون نے شیعیان مرتضوی کو کافر کہا تو کیا بیجا کیا۔ ہو سکتا تھا کہ بقول اسکے۔ ع
کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔ ہم بھی مولوی صاحب کو کافر و زندیق کہکر اپنا
دل ٹھنڈا کر لیتے اور حضرت موصوف بھی ہمارے جواب ترکی بہ ترکی کو صدائے گنبد
سمجھکر غایت انصاف سے دم بخود ہو جاتے۔ مگر ہم ایسے غیر مہذب نہین کہ کلمہ پڑھتے
ہوئے شخص بلکہ مصنف اہلسنت کو کافر کہدیوین یا حکام وقت سے استغاثہ کرکے
اسلام جیسے گروہ کو بنظر عوام بدنما کرائین یہ حصہ حضرات اہلسنت ہی کا ہے کہ ادنے
ادنے باتون پر کمرۂ عدالت کا طواف کرتے ہین۔ کبھی دعوے ہوتا ہے کہ لفظ بلا اصل

تبرا ہے کا ہے مستغیث ہوتے ہین کہ ضرب کتاب سے سر دکھتا ہے۔ کبھی فرماتے ہین کہ ناصر الایمان سے گڑے ہوئے کوسٹلے اُکھڑ گئے۔ کسیوقت چڑھائی ہوتی ہے کہ برق لامع سے آنکھین چکاچوند ہوگئین جب کچھ بن نہین پڑتا عرضیان دیتے ہیں۔ تعزیہ نہ بنا یا جائے جھولا نہ نکالا جائے۔ ناقون پر سیاہ عماریان نہ باندھی جائین ۲۱۔ رمضان شریف کو جناب امیر کا تابوت نہ اٹھایا جائے۔ جیسا کہ ابھی ڈبائی ضلع بلند شہر مین ایک مقدمہ برپا ہوکر بحق شیعہ فیصل ہوا۔ گورنمنٹ عدل گستر نے بھی سمجھ لیا ہے کہ یہ گروہ اپنی کثرت وجمعیت سے شیعہ کو دبانا چاہتا ہے۔ پس نہ کوئی کتاب چھپنے سے بند ہوئی نہ خلیفۂ بلافصل جسکے سلنے سے دل دُکھتا ہے موقوف ہوا بلکہ دمبدم ترقی ہے حضرات ہنود نے فضول شورشین برپا کر کے گاؤکشی کو ترقی دلائی اہلسنت نے اعتراضات کر کے اپنے دل دکھانے والے امور کو ایک سے سو درجہ تک پہنچایا۔ اگر پہلے سو آدمی خلیفہ بلافصل (جسکو باصطلاح اہلسنت تبرا کہتے ہین) کہتے تھے تو اب ہزار در ہزار کہنے لگے محشر مین ایک عجیب حشر برپا ہوگا جب دیوتا اور کالی دیبی ہندوؤن پر معترض ہونگے کہ تمنے جھگڑے پیدا کر کے لاکھون جانون پر چھری پھروائی۔ ایسے ہی نوحہ کنان دست بر سر زنان صحابہ اہلسنت سے شکوہ مند ہون گے کہ تمنے ناحق شیعہ کو چھیڑ چھیڑ کر ناگفتنی سے ہماری رُوحون کو اذیت دلائی۔ الحاصل چونکہ صاحب ہدایات الرشید نے اپنی جلیل القدر کتاب کے دیباچہ مین جسکو درنیولا عموماً اہلسنت نمونہ عجائب قدرت خداوندی اشتہارات مین لکھتے ہین اپنے غالب اور شیعہ کے مغلوب ہونیکا دعویٰ کر کے اہل تشیع کو کافر قرار دیا ہے۔ لہذا اِس مقدمہ مین یہ تنقیح نکالی جاتی ہے کہ شیعہ وسنی مین غالب کون ہے۔ اہل انصاف کی نظر مین بعد معائنہ نتیجہ تنقیح جو فرقہ مغلوب متصور

ہوگا وہی گروہ بقول صاحب ہدایات الرشید حسب مفاد آیۂ موصوفہ بالا کافر محض قرار پائیگا۔ **واضح ہو** کہ ہندوستان مین سب سے پہلے بقول ع اُٹھا خدا کے قہر کا طوفان تنور سے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفۂ اثنا عشری لکھکر مسلمانوں کی کشت اتحاد میں اُلٹے ہاتھ سے تخم عداوت بویا۔ پہلے سب ملے جلے آپس مین شیر و شکر رہتے تھے عام لوگونکو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ شیعہ معاندین خاندان نبوت کی خدمت مین کیا تحفہ و ہدیہ پیش کرتے ہین تحفہ کے شائع ہونے سے دونو فرقے کے آدمی ایسے تمیز پاگئے کہ جیسے زنگیون سے ایرانی۔ اس موقع پر مجھکو یہ بات دکھانی منظور ہے کہ شیعہ نے بعد معائنہ تحفہ کیا کارروائی کی آیا خاموش ہو کر بیٹھ رہے یا کچھ ہاتھ پیر ہلائے تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ چپ نہین رہے بلکہ اُسکو تختۂ مشق سمجھکر اکثر علمائے قلم کاری کی۔ تحفۂ موصوفہ کے بارہ باب ہیں ہر باب کے جواب مین جداگانہ کتب جسیم و ضخیم لکھ ڈالین سب سے پہلے جناب مستطاب حکیم مرزا محمد صاحب دہلوی نوراللہ مرقدہٗ نے نزہتہ اثنا عشری ملقب بہ نصرت المومنین بارہ جلدون مین رقم فرماکر شاہ صاحب موصوف کو ایسا جلوہ دکھایا کہ تحفہ میں حسب قواعد مصنفین اپنا نام نامی و اسم سامی شائع کرنے سے رک گئے اور حافظ عبدالحکیم کے نام سے وہ رسالہ موسوم ہوا کیفیت یہ ہوئی کہ ادھر دربار سلطانی مین اجزائے تحفہ پہنچے اور اُدھر بامداد و دستگیری جناب حکیم شریف خانصاحب جد امجد حکیم محمود خانصاحب سنی المذہب از جانب مرزا صاحب مرحوم اُسکا رد۔ غرضکہ اعتراضات کے ساتھ ہی ساتھ جواب بھی ہدیۂ اہل دربار ہوتا رہا۔ باین سبب شاہ صاحب کو جرأت نہوئی کہ بخیال بقائے نام دیباچہ مین اپنا اسم مبارک ظاہر فرماتے۔ کیونکہ شان جوابات سے اصل کتاب کی ہیو قاری بہالے العین

بذاتِ خود ملاحظہ فرما چکے تھے لازم تو یہ تھا کہ اِس تحفۂ معجون کو مرتبانِ حکمت مین بند کرکے طاقِ نسیان پر ڈالدیتے۔ مگر ایسا کیوں کرتے اُنکو تو بالطبع خاندان نبوت کی مخالفت پر لوگون کا قائم رکھنا مدنظر تھا۔ لہذا اُسکو ایک شخص مجہول الحال سے نامزد کرکے اہلسنت کے لئے وظیفہ بنادیا۔ بعد ترتیب وتکمیل نزہتہ جناب غفران مآبؒ لانا و مقتدانا السید دلدار علی صاحب فاتحۂ بابِ ایمان بارض ہندوستان صاحب عماد الاسلام نے بابِ وازدہم کا جواب مسمّی بہ ذوالفقار و بابِ ہشتم کا موسوم باحیاء السُنتہ و باب پنجم کا صوارم الٰہیات وجواب بابِ ششم ملقب بہ حسام الاسلام تحریر فرمایا۔ بعد ازان اُن کے شاگرد رشید علامہ کنتوری جناب مفتی السید محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے جواب بابِ اوّل معروف بہ سیف ناصری و بُرہان سعادۃ وجواب بابِ دوم موسوم بہ تقلیب المکائد وجواب بابِ دہم معروف بہ تشئید المطاعن تین جلدون مین ارقام فرمایا۔ پھر جناب سلطان العلماء السید محمد صاحب رضوان مآبؒ نے بجواب حدیثِ قرطاس کتاب مستطاب طعن الرماح اور مسئلہ متعہ کے متعلق بارقۂ ضیغمہ درجواب باب ہفتم مشہور بہ بوارق موبقہ تحریر فرمایا۔ علاوہ حضراتِ موصوفِ بالا دیگر علمائے اعلام وفضلائے کرام نے بھی بقدر گنجائش وقت قلم اُٹھایا۔ چنانچہ اوحد الناس المفتی سید محمد عباس صاحب نے جواہر عبقریہ لکھا اور حسان زمانہ جناب سبحان علی خانصاحب وزیر اعظم ملک اودہ نے وجیزہ کہ جسکے مثل کا ممکن ہونا محال ہے حوالہ قلم فرمایا۔ پھر فاضل جلیل مرزا محمد اخباری نے ایک جواب بطرز جداگانہ تمام ابواب تحفہ کا لکھا سب سے آخر آیتہ اللہ فی العالمین امام المتکلمین رؤس الناظرین کاسر اعناق المنافقین مولانا ومولی الموافقین مولوی السید حامد حسین صاحب قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ

نے صرف باب ہفتم متعلق امامت کا جواب جو کہ اہم مسائل اختلافیہ مابین سنی و شیعہ ہے مسمیٰ بہ عبقات الانوار تیس جلدوں میں بایں شان لکھا کہ باون ورق باب ہفتم کے جواب مین تقریبًا پچاس ہزار ورق لکھکر پھینکدیے ہر چند کہ روئے کلام جناب شاہ صاحب سے تھا مگر ضمنًا امام فخر رازی و امام غزالی و ابن حجر مکی و ابن روزبہان و قاضی عبدالجبار و اعور و ابن تیمیہ و صاحب سیف مسلول و مرفض الروافض و ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ متکلمین کے اقوال کو بایں عنوان مسترد فرمایا کہ آج دنیا مین کوئی عالم اہلسنت نہین ہے جو اس کتاب کی جلالت شان سے خوف زدہ ہو کر خواب مین نہ چونک پڑتا ہو چونکہ تحفہ سرزمین ہند پر نونہال حدیقۂ سنت ہے۔ لہذا حسب داب مناظرہ اہلسنت پر لازم تھا کہ کمیٹی کر کے ہزار ضرورتون پر خاک ڈالکر سو توڑ جوڑ کر کے آبیاری دوات و قلم جواب الجواب لکھنے سے اُسکی پژمردہ شاخون اور کملائی ہوئی پتیون کو تروتازہ رکھتے ڈھیلی جڑون اور ہلی ہوئی جڑون پر مٹی چڑھاتے شیعہ کے صرصر کلام کے سخت سخت جھونکون سے اُسکو مستاصل نہونے دیتے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ باغبانون کی غفلت یا قصور ہمت نے اُس سبز باغ کو ایسا پت جھڑ کیا کہ بعض مصنفین اہلسنت نہایت حسرت سے کہتے ہیں **بیت** باریدبباغ ماتگر گے ؎ در گلبن ما نماند برگے ؎ ایک تحفہ کی گردن پر اتنی کثیر التعداد کتابین چڑھی بیٹھی ہیں۔ بیچاری کا دب وبا کر چورا بنگیا۔ مگر کسی عالم کی ہمت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ دس بیس ہی جلدون کا رد لکھدیتے اور نہ یہی تشئید المطاعن کا جواب حوالۂ قلم فرماکر خلفاء پاکباز کو زنجیر طعن کی پیچدار لپیٹ سے چھوڑاتے اگر حضرات اہلسنت جو بہ تحفہ کے ابطال پر قدرت نرکھتے تو انہیں مقامات کا جواب لکھدیتے جہان

شاہصاحب نے راہ پیمائے دیانت ہوکر نقلِ عبارت یا حوالہ ہائے کتب میں علمائے شیعہ کی قلم سے خطاب راست بیانی پایا ہے۔ رشید الدین خان شاگرد رشید جناب شاہ صاحب کو جواب الجواب لکھنے کا کچھ جوش آیا تھا مسئلہ متعہ کے متعلق اُنہون نے گفتگو کر کے بذریعہ شوکت عمریہ زخم درون مقلدین کو کچھ مُندمل کرنا چاہا تھا ہنوز مرہم آلودہ پھایہ کے دہانِ زخم سے جدا ہونیکی نوبت نہ آئی تھی کہ ضربِ حیدریہ نے پھر چاک چاک کر کے بڑا لمبا چوڑا بنا دیا۔ اب وہ زخم مثل پرنالہ کے ریزش کر رہا ہے مگر کسی سکدست کو یہ ہمت نہین ہوتی کہ فنونِ ڈاکٹری کو دخل دیکر بہتے ہوئے دنبل کی مرہم پٹی کرین بعد معائنہ حالات صدر انصاف بدستِ منصفین اہلِ سُنت ہے جسکو چاہین مغلوب قرار دیکر فتوئی کفر دیدیوین۔ میں زیادہ رائے نہین لگا سکتا مگر ہان اتنا ضرور کہونگا کہ اگر تحفہ کے جوابون کا رد کرنا حضرات اہلسنت پر ضروری نہین ہے تو بیشک اہلسنت غالب ہین اور ہم گروہ شیعہ مغلوب اور بربنا ء اُسکے بقول صاحبِ ہدایات الرشید کا فر محض۔ اور اگر خدانخواستہ کسی نئی روشنی والے تعلیم یافتہ نے یہ جھگڑا پھیلا دیا کہ نہین نہین صاحب تحفہ کوئی نبی یا ولی نہ تھے جو اُنکی تحریر کو نقل کوحِ محفوظ سمجھکر جوابون پر نظر نہ ڈالی جاوے تو پھر ہم گروہ شیعہ غالب اور حضرات اہلسنت مغلوب متصور ہوکر اُسی خانہ مین آجائینگے جس کو صاحب ہدایات الرشید نے ہمارے واسطے تجویز فرمایا تھا۔ قولِ فیصل یہ ہے کہ اگر اہلسنت سوائے اپنے عقیدہ کے کسی دوسرے کے نزدیک بھی مسلمان بننا چاہتے ہین تو تمام ابواب تحفہ کے جوابون کا جواب لکھکر چھپوائین تا تکمیل جوابات بقول صاحبِ ہدایات الرشید ہر سُنّی پاک مذہب اپنی ذات کو مغلوب شیعہ اور بربناء اُسکے وہی

سمجھین جسکا سمجھنا مغلوب کو بمقابلۂ غالب حسب مفاد آیۂ موصوفہ بالا ضروری ہے
مولوی خلیل احمد صاحب ہدایات الرشید کے صفحہ ۳ سطر ۲ مین ارقام فرماتے ہین
کہ میدانِ مناظرۂ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک فریق دوسرے کے جواب مین
کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ دُنیا کے حالات مین غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہی کہ اگر بمقابلہ
ادیانِ باطلہ کچھ لکھئے تو وہ بھی جواب دینے سے نہ رُکین گے انتہی افسوس ہے کہ باین
وُسعت و فراخی اہلسُنت کے لئے میدانِ مناظرہ نے بحدّے تنگی کی کہ نقطۂ پرکار
بنگیا۔ بقولِ صاحب ہدایات الرشید اگر ادیان باطلہ کے مقابلہ مین کچھ لکھا جائے
تو وہ بھی جواب دینے سے دریغ نہین کرتے اہلسُنت تو ماشاء اللہ تنہا اپنی زبان سے
دعوئے مسلمانی کر کے اِدعاء غلبہ کرتے ہیں نہ معلوم ایسی صورت یعنی مسکن گزین
شہر خموشان ہونے میں ادیانِ باطلہ سے کتنے نمبر گھٹے ہوئے ہین ہائے غضب
اہلِ باطل کو تو وہ جرأت ہو کہ کچھ نہ کچھ لکھنے سے بقولے ع کس بشنود یا نشنود من
گفتگوئے میکنم + باز نہ رہین اور اسلام کا سواد اعظم اپنے مُنہہ سے دعوئے غلبہ
کر کے خصم کے مقابلہ میں بے ہمتی پر چسپت کمر باندھے کہ ہپٹ سے چت ہو دبی بلی
کی طرح کان کترواسئے اور کچھ غرفش نکرے۔ مین بڑے دعوی سے باوازِ بلند
کہتا ہون کہ آج دُنیا مین اہلسُنت کی کوئی ایسی کتاب نظیر نہ دکہا ئیگی جسکے متعدد
جواب شیعہ نے بمقابلۂ اصل کتاب یا دیگر کتب مناظرہ مین ندئے ہون مگر نہایت
افسوس ہے کہ اہلسُنت باین کثرت وشوکت و مقدرت کوئی کتاب ہدیۂ ارباب
نظر نکرسکین گے جسکو اُنہون نے بطور جواب محتشم طریقہ سے لکھکر سبکدوشی حاصل
کی ہو۔ سُنّی صاحبون کی بے بسی وکوتاہ دستی پر اگر اشک خونی بہائے جائین تو

غالبًا خلافِ ہمدردی نہوگا پھر صاحب ہدایات الرشید صفحہ مذکور کی سطر پانچ پر فرماتے ہین کہ کوئی مسئلہ مختلف فیہ ایسا باقی نہین رہا کہ علماء فریقین نے کما حقّہٗ اُس کی بحث وتفتیش اور بخوبی اُسکی چھان بین نکی ہو اور جد وجہد کو اسکی تحقیقات مین غایتہ قصوی کو نہ پہنچا یا ہو یہی وجہ ہے کہ علماء اہلسنت نے یہ مراحل طے کرکے استراحت فرمائی اور بدون ضرورت اس طرف توجہ نہین فرماتے اور شیعہ کی کتابین دیکھنا اور اُنسے ملنا اور میل جول ومناظرہ متروک کردیا۔ اس عبارت کو دیکھکر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کسی باانصاف تعلیم یافتہ حق طلب سنی نے صاحب ہدایات الرشید کے ہاتھہ کو جھٹکا دیکر یہ عرض کیا کہ حضور آپ بلا دلیل کیونکر اس بات کے کہنے کا استحقاق رکھتے ہین کہ کوئی مسئلہ اختلافی ایسا نہین ہے جسکی تحقیق وتفتیش علماء فریقین نے بدرجہ غایت نہ پہنچائی ہو۔ شیعہ اگر ایسا دعویٰ کرین تو حق بجانب ہے کیونکہ اُنھون نے ہماری عزیز الوجود کتاب تحفہ کو چاندماری بنا دیا۔ ایک ایک ورق مین ہزار ہزار چھید کرڈالے جنپر آپ حضرات کوئی پیوند یا چیپی نہین چڑھا سکے جب کوئی شیعہ عبقات الانوار وتشئید المطاعن وغیرہ کا ہمارے سامنے اگر ذکر نام لیتا ہے سچ تو یہ ہے کہ فرطِ حجاب سے روح فنا ہوجاتی ہے سوائے آنکھین نیچی کرنیکے کچھ بن نہین پڑتا۔ اگر ہمارے علماء کسی آدھی تہائی کتاب کا بھی جواب لکھدیتے تو شیعوں کے آگے ڈالکر کچھ رفع ندامت کرلیتے اب کہاں سر دےماریں براہ مہربانی مذہب پر رحم کرکے فرش استراحت سے اُٹھئے گاؤ تکیہ چھوڑیئے قلم ہاتھہ مین لیجئے۔ اگر درحقیقت بقولِ جناب ہم لوگ غالب ہین اور شیعہ مغلوب تو اُسکو بذریعہ تحریر دکھا دیجئے آپ حضرات کا بستر آرام پر دراز ہوکر عروسِ راحت سے ہم آغوش ہونا مذہب کے لئے عموماً برا ہوا۔ تحفہ ومنتہی الکلام وغیرہ کے جوابون کو لاجواب پاکر لوگون کے پیر اُکھڑ گئے

شیخ احمد صاحب نے مذہب چھوڑا اور چلتے وقت انوار ہدایت سے وہ نور ہدایت پھیلایا
کہ صدہا کو خود جیسا بنالیا۔ شیخ حبیب احمد صاحب سہارنپوری کا قصہ تو مشہور عالم ہے
تین سوال ایسے پرزور کئے کہ ایک عالم تہ وبالا ہوگیا۔ اشتہار آئینہ حق نما کچھ ایسی نوکھی
شان سے نکلا کہ ہمارے تمام علماء کو ساکت کردیا جن قیود وشروط سے پچیس ہزار کا وعدہ
دیاگیا تھا اُنمیں سے ایک کی بھی کوئی تکمیل نکرسکا۔ ہمارے اہل مذہب سے صاحب حد تحقیق
نے صاف لکھدیا کہ تحفہ کے جوابون کا لاجواب پڑا رہنا بمرتبہ مضرت رسان ہوا کہ اہلسنت
مایوس ہوکر شاخ سنیت سے مثل برگ خزان دیدہ پتا توڑ ہوکر شیعہ کے ساتھ راکب
سفینۂ نوح یعنی مطیع اہلبیت ہوگئے بندہ کے نزدیک تو مولف حد تحقیق کا فرمانا نہایت
ہی صحیح ہے چہار طرف سے ایسی ہی وحشت ناک خبرین آرہی ہیں کہ کشن گنج ضلع پورنیہ
میں ایک دم سے چار سو سُنی شیعہ ہوگئے۔ پنجاب ضلع گجرات میں قوم اوان کے ۲۵
گھر معہ زن ومرد فرش نشین ماتم اہلبیت ہوئے۔ اب ہم کس کس کی فہرست دین
ہزاروں ایسے ہیں جو علانیہ مذہب چھوڑ بیٹھے اور بہت ایسے ہیں جو ترک کرنے پر
شیعہ لوگون سے اُدھار کھائے ہوئے ہیں بین سچ کہتا ہون اگر آپ نے دوات قلم
پرزور نہ ڈالا اور مثل سابق خاموشی خانم سے دست وبغل رہے تو سوائے دُھنے
جلاہے۔ نائی۔ دھوبی۔ کنجڑے قصائی کے کوئی ذی ہوش وصاحب عقل تو دُنیا مین
سُنی نرہیگا اس حالت میں بھی کسی نے سنت شیخین کو نہ چھوڑا اور دونو ہاتھون سے
دباکر مضبوط پکڑے رہا تو میں اُسکو سوائے ہٹ دھرم ومذہب پرست اور کچھ نہ کہونگا
المختصر اگر مجھکو ناظرین خوش دماغ ونازک مزاج کے پریشان خاطر ہونیکا مظنہ نہوتا تو
اہلسنت کے مغلوب ہونیکا کچھ اور حال عرض کرتا۔ مگر چیروبال ملال کا بار اُٹھا کرا تنا

اور کہے دیتا ہون کہ بعد شاہ صاحب مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے منتہی الکلام میں انتہا کا زور دکھایا مگر تین مجلدات استقصاء الافحام سے وہ جواب پایا کہ تاحال جوابے ندارد۔ پھر مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر محسن الملک کو جوش آیا آیات بنیات لکھے۔ مگر تین جلد رمی الجمرات سے ایسی سرد بازاری ہوئی کہ وفور برودت سے سب کی انگلیان اکڑ گئین ایک عالم بھی قلم نہ اٹھا سکا۔ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے ہدیۃ الشیعہ لکھی تحفۃ الاشعریہ والے نے ایسا چانٹا مارا کہ کافربنا کر چھوڑ دیا یقین نہو تو تحفۃ الاشعریہ کا ورق آخر دیکھ لو جسمین چند علمائے سنیہ نے بجرم تبدیلی معانی قرآن مولوی صاحب ممدوح کو کافر لکھدیا۔ حضرت مرحوم نے غضب ہی کیا تھا فاطمہؑ کا ورثہ مٹانے مین یہان تلک ایمان داری دکھائی کہ خدا کو کلکٹر اور نبی کو سر رشتہ دار لکھکر آیاتِ قرآن کے معنی بدل ڈالے دوات وقلم کے قصہ مین آپنے بجوشِ تسنّن لکھدیا کہ رسول کی رائے جو وہ موقع پر پیش گا ہ خداوندی سے مسترد ہوکر حسبِ صوابدید جناب عمرؓ نزول وحی ہوا۔ مولوی جہان گیر خان صاحب شکوہ آبادی خواہ مخواہ انگلی کاٹکر شہیدون مین داخل ہوگئے بلا سبب سلطان المتکلمین جناب شیخ احمد صاحب مؤلف انوار الہدےٰ کے سامنے ڈھیلا کنکر باندھکر کھڑے ہوگئے۔ قدرتِ خدا دیکھئے اپنے ہی علما کے ہاتھ سے بجرم گستاخی جنابِ امیرؑ تازیانۂ کفر کھا بیٹھے حضرت نے بہ ہیجان مادۂ خروج لکھدیا تھا کہ جیسی کرامات اور خرقِ عادت حضرت علیؑ دکھاتے تھے ایسے جوگی بھی دکھا سکتے ہین معیار الہدےٰ کا ورقِ آخر دیکھو تو حقیقت معلوم ہو علمائے اہلسنت نے ایسے ہاتھ دباو باکر کوڑے لگائے ہین کہ دو دو انچ نشان ابھرے ہوئے ہین سبحان اللہ غالب ایسے ہی ہوتے ہین

جو تحفہ و منتہی الکلام و آیات بنیات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہ کے جوابون کو دیکھکر یہ بھی دیکھہ سکین کہ کون چھپّر پر ڈھیلے پھینک رہا ہے اچھے خاصے دو عالم کا فر قرار پا گئے اور کسی کی حمیت جوش نہین کرتی کہ ان بیچارون کی پیشانی مبارک سے داغ کفر مٹا کر اسلام کا چمکدار ٹیکا لگا دیوین۔ ہم پکار پکار کر کہہ رہے ہین۔ کوئی ہے۔ کوئی ہے کوئی ہے جو تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہ کے جوابون کا جواب دے اور کافر شدہ علما کو برد مضامین فتا ولے کفر مسلمان بناوے۔ میان کسی گوشہ مین کوئی ہو تو بولو ورنہ اقرار مغلوبیت کر کے اپنے آپ کو ویسا ہی سمجھو جیسا کہ صاحب ہدایات الرشید شیعہ کو لکھ چکے ہین ہر چند کہ ہر سُنّی پاکباز پر ان اوراق کا جواب دیکر اپنا غلبہ ثابت کرنا فرض ہے لیکن سب سے زیادہ جناب مولوی خلیل احمد صاحب استحقاق رکھتے ہین۔ کیونکہ انکی کتاب معروف بہ نمونہ عجائب قدرت خداوندی کے دیباچہ پر دار و گیر کی گئی ہے اہل دانش جانتے ہین کہ جس کتاب کا مقدمہ مجروح ہو گیا وہ تمام تر قابل مرہم و پٹی ہو گئی۔ درخت کی ہر شاخ کا سلسلہ جڑ سے متعلق ہوتا ہے۔ جبکہ بیلچہ قلم سے اُس درخت کو مستاصل کر کے نیچے گرا دیا تو شاخ بیچاری کیا تیر مارے گی پس بوجہ ایراد دیباچہ ہدایت الرشید تمام تر باطل ہو گئی **بیت** سعدی سے کہدو اوس گلستان پہ پڑ گئی ٭ بھیگی یہان تلک کہ وہ گل گل کے سڑ گئی ٭

اعلان واجب الاذعان

مبلغ پچیس ہزار روپیہ اُس شخص کو انعام دیا جائیگا جو کہ مضمون ہذا کا جواب بردا جوبہٗ تحفہ وغیرہ کمیٹی مین پاس کرا دیگا مجیب کا اطمینان بعد طے شرائط جائداد سے کر دیا جائیگا

العبد سید مہدی حسین ابن سید محمد علی حسن صاحب مرحوم رئیس لکھنؤ ضلع مظفر نگر

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ دوم

واضح رائے ناظرین خوش آئین ہووے کہ جناب مولوی حافظ خلیل احمد صاحب مولف کتاب مستطاب ہدایات الرشید نے دعوی فرمایا تھا کہ اہلسنت بموجب آیۂ وانی ہدایہ

ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ تمام ادیان باطلہ اور خصوص مذہب شیعہ پر تیرہ سو برس سے غالب چلے آئے ہین۔ اور تا قیام قیامت غالب رہین گے۔ اُس دعوی کی حقیقت تصویر غالب و مغلوب سلسلہ اول ہین باین عنوان دکھائی گئی ہے۔ کہ جملہ علمائے اہلسنت اور خصوص عالیجناب مولف ہدایات الرشید اُسکے معائنہ سے مثل پیکر تصویر دم بخود ہوگئے اللہ اکبر علوئے حق اسی کو کہتے ہین کہ میر محمدی حسین صاحب امیر کبیر و رئیس ابن رئیس نے غایت ہمت و جوانمردی و پُردلی سے محض خاصتہ لوجہ اللہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ تصویر غالب و مغلوب کے باطل کرنیوالے کو انعام دینا چاہا۔ بلکہ کفالت جائداد کے وعدہ کو اسپر مستزاد فرمایا مگر وہ تصویر کچھہ ایسی ڈرانی صورت سے نکلی کہ سب نے خوف کھا کر جی چھوڑ دئے۔ افسوس ہے کہ ایک مومن اہل دول و صاحب جائداد و ریاست زر کثیر دینے پر آمادہ ہو۔ اور حضرات اہلسنت کے کوچہ سے اتنی آواز بھی نہ آئے۔ کہ خبردار سنبھلنا ہم جاگتے ہین نہ معلوم دانشمندان اہلسنت کی نگاہ مین باین حالت مذہب اہلسنت اور نیز صاحب ہدایات الرشید کی کیا وقعت باقی رہے گی مسلمانون کے تمام فرقون مین پہلا فرقہ امامیہ ہے جس نے دو مرتبہ انعامی اشتہار دیکر اہلسنت کو جگایا۔ اول اشتہار آئینہ حق نما

جسمین جناب شیخ حبیب احمد سہارنپوری کے شیعہ ہونے پر تیس سوالات مندرجہ اشتہار شیخ صاحب کا ثبوت کتب اہلسنت سے دیا گیا تھا ہر سوال کے محاذی ایک جدول میں دکھا دیا گیا تھا۔ کہ اِس مضمون کو فلان فلان عالم معتبر نے فلان کتاب میں بیان کیا ہے ۔حضراتِ اہلسنت پر لازم ہے کہ کتب محولہ کو دیکھین۔ اگر اُنمین مضامین حسب بیانِ شیعہ نکل آئیں ۔تو باب توبہ وا ہے سیدھی سڑک جنت الماوٰی میں چلے آئین اور اگر کتب مندرجہ آئینہ حق نما مین وہ مضامین ہوش ربا و حیرت افزا جو کہ بیخ کنِ مذہبِ اہلسنت ہیں نظاہر ہون توشیعہ کے جھوٹا کرنیکی غرض سے ایک کمیٹی کرین پانچ عالم اہلسنت پہلے بیان حلفی داخل کریں کہ ہم جملہ کتب محولہ آئینہ حق نما دیکھ چکے ہین کسی میں وہ مضامین موجود نہین ہیں ۔جنکو منجانب شیعہ اُن کتابون مین درج ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ اسوقت شیعہ کی طرف سے بکفالتِ جائداد اس مضمون کا رجسٹری شدہ وثیقہ پیش ہو جائیگا۔ کہ اگر ہم حسب اندراج آئینہ حق نما ثابت نکر سکے تو مبلغ پچیس ہزار روپیہ اہلسنت کو حوالہ کرکے راہ حق اختیار کریں کے ایسے صاف اور سیدھے مضمون کے معنی تراشنے میں جناب مولوی اشرف علی تھانصاحب الہ آبادی نے وہ وہ نازک خیالی ظاہر فرمائی ۔ کہ جس کا پایان نہیں۔ اب اپنے اشتہار میں فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کو کیا ضرورت پڑی ہے ۔جو کتابون کے ورق اولٹ پلٹ کرین پچیس ہزار روپیہ نقد بنک مین داخل کروا ور ثبوت دکھاؤ۔ جناب مولوی محمد احسن صاحب ساکن امروہہ ضلع مراد آباد نے لکھدیا کہ ہماری کتابون میں شیعہ نے ردّو بدل کردیا ہے ۔ لہذا کوئی کتاب قابلِ اعتبار نہین ۔سبحان اللہ ہمارے ایک اشتہار سے ایسے گھبرائے کہ تمام کتابون سے استغفا دے بیٹھے ۔ غرضکہ تمام ہندوستان میں کسی عالم کو یہ ہمت و جرأت

نہوئی۔ کہ حسب قیود و شرائط صحیحہ و قابل التعمیل مندرجہ آئینہ حق نما کار بند ہوکر انعقادِ کمیٹی پر آمادہ و کمربستہ ہوا ہو۔ دوسرا پرچہ مسمّی بہ تصویر غالب و مغلوب یہ بھی اپنے رنگ میں کچھ ایسا نرالا نکلا کہ بھاری پتھر بنگیا۔ بڑے بڑے مناظر زور دے دیکر تھک رہے مگر جنبش نہ کی۔ جناب مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی اعلی اللہ مقامہٗ مؤلفِ انوار الہدیٰ و شمس الضحیٰ وغیرہ کے خسر پورے نے میرے سامنے مدرسۂ دیوبند مین جناب خلیل احمد صاحب کو تصویر غالب و مغلوب دکھاکر جواب چاہا۔ مگر اُسکی پُرخوف ورعب ڈالنے والی صورت دیکھکر ایسے روکش ہوئے کہ پھر نظر بھر کر اُس دستی تصویر کے خط و خال کو نہ دیکھا۔ اور حسب تقلید علمائے قدیم وجدید خاموش ہوکر گوشہ نشین عافیت ہوگئے۔ ابتدا مین میرا ارادہ ہوا تھا کہ جناب حافظ خلیل احمد صاحب کی مایۂ استدلال کو جو آیۂ مبارکہ ہو الذی ارسل رسولہ سے کیا گیا تھا بامدادِ تفاسیر اہلسنّت توڑ پھوڑ کر ریت کا کھیت کردوں۔ مگر چونکہ انہوں نے عرضی دعوے میں بالفاظِ ظاہر فرمایا تھا کہ ہم غالب ہین اور شیعہ مغلوب۔ لہذا اُسکی کچھ کیفیت دکھادیگئی تھی۔ کہ واقع مین غالب ایسے ہی ہوتے ہین۔ جو تحفہ و منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ کے متعدد و متکثر جوابون مین سے ایک ورق کا بھی ردّ نہ لکھ سکین پچیس ہزار روپیہ کے اشتہارات گلی کوچہ مین آویزان ہورہے ہین۔ اُنکو پڑھکر سانس بھی نہ لین۔ اور اگر کوئی جاہل مُرید پوچھے کہ مولوی صاحب یہ اشتہار مین نے جامع مسجد پر چسپان دیکھا تھا۔ آپ بھی تو پڑھکر ملاحظہ فرمالین کیا آفت بھرا مضمون ہے۔ اُس کندہ ناتراش کو یہ سمجھا کرٹالدیون کہ چنلی قبر پر دکٹوریہ ناٹک کا تماشا ہے۔ یا یہ کہ صیغۂ دیوانی مین زید و بکر کی جائداد کا نیلام ہے۔ تم چپکے ہوکر سو رہو ایسے کاغذات نہ دیکھا کرو۔ الحاصل پرچہ ابتدائی میں مین نے

اِس بات پر کوئی بحث نہین کی تھی کہ آیہ ہوالذی ارسل رسولہ کا شان نزول کیا ہے
اور یہ آیت کس وقت اپنا اثر دکھلا کر دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دکھائیگی قبل
اس بیان کے کہ مفسرین اہل سنت نے آیہ موصوفہ بالا کی تفسیر مین کیا لکھا ہے مین
یہ بات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہون کہ اگر بالفرض آیت کا یہ ہی مطلب ہو کہ اہل سُنّت
بوجہ ذیحق ہونے کے تمام ادیانِ باطلہ اور خصوصاً مذہب شیعہ پر غالب ہین تو یہ کلیہ باعتبار
واقعاتِ ظاہری اہلسنّت سے کیونکر چسپاں ہوسکتا ہے۔ اسلئے تصور غالب و مغلوب
مین بعنایتِ الٰہی حضرات اہلسنّت کا مغلوب شیعہ ہونا باین دلائل واضحہ ثابت کیا گیا ہے
کہ اگر حضرات سُنیہ جوش غیرت سے کوشش ہائے بلیغ کرکے رہرو عرصہ جوابدہی ہونگے
تو بالیقین منجملہ چند منازلِ مشکلہ و عسیر المرور کے کہ ہر مقام بجائے خود ہفتخوانِ رستم و
اسفندیار سے سخت تر ہے۔ ایک چھوٹا سا مرحلہ بھی طے نفرما سکین گے۔ بھلا یہ کب
ہوسکتا ہے کہ عبقات الانوار و استقصاء الافحام و تشئید المطاعن و بوارق و ضربت
حیدریہ وغیرہا سے جو بڑا اونچا اور مستحکم قلعہ بنایا گیا ہے اُسپر کوئی دراز کمند لگا کر چڑھ
سکے۔ واللہ ثم باللہ قلعہ کے گرداگرد جو چھوٹی چھوٹی کھائیان مسمّی بہ تحفۃ الاشعریہ و
انوار الہدٰے و رسالہ سجادیہ و تشفی و انتصار وغیرہ بنائی گئی ہین۔ انکی گہرائی و چوڑائی
کو دیکھ دیکھکر ہوش اوڑے جاتے ہین۔ رشتۂ حیات ٹوٹا جاتا ہے سانس سیدھی نہین
ہوتی اولٹ پلٹ ہو رہی ہے۔ دیکھ لو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے جب پچیس ہزار روپیہ
کے انعام پر بھی کسی کو یہ جرأت نہین ہوئی کہ قلعہ کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے تو پھر کیا
اُمید ہوسکتی ہے۔ قلعہ ساز فنِ انجینری مین کچھ ایسی تعریف کے ساتھ پاس حاصل
کئے ہوئے تھے کہ کتنا ہی گولہ برساؤ کیسے ہی تیر و تفنگ چلاؤ۔ کیا امکان کہ منزلِ مقصود

تک پہنچ سکتے وہان کی ہوا بطرح لپیٹ کھاتی ہے۔ اپنا ہی حربہ لوٹکر ضارب کو مضروب
بنا دیتا ہے۔ دیکھو مینار فدک کے گرانے پر کیسا حملہ کیا گیا۔ سپاہیان چابکدست نے
کیسی چکھیریان کھائیں۔ کسی نے لائریٹ و لاتوریٹ کی غمناک بارود سے بندوق
چلائی۔ مگر انجام کار پیالہ چاٹ کر ایسے پھٹی کہ ہزار ہا چھید ہو گئے۔ کسی صاحب نے جوہر
فکر کو گھلا کر عدم مطابقت کے باریک چھرّے بنائے وہ بھی بیکار رہے۔ ایک حضرت
نے بنظرِ مصالحت و رضامندی محجاج السالکین کا پستول بنایا۔ وفعتہً ایسا اوچٹا
کہ آجتک ہاتھ نہین آیا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ایسے بھاری گولہ انداز
کہ خانۂ اہلبیت کے گرانے پر ہر وقت کمر باندھے ہوئے۔ مگر اس جگہہ آنکر ایسے پاچہ در
ہوئے کہ جذب القلوب مین دو مشکلترین قضیۂ قضیۂ فاطمہ زہرا است لکھکر گویا توپ
کے منہہ میں میخ ٹھکوا بیٹھے۔ بارہ برج امامت پر جسکی تعمیر میں کارخانۂ قدرت سے
عصمت و طہارت کا خوشبودار چونہ صرف ہوا ہے۔ منجنیق توجیہات سے ایسے گول
گول ڈھیلے برسائے کہ ساون بھادون کی بارش کو مات کر دیا۔ مگر ممکن نہوا کہ ایک
کنگرے کو بھی صدمہ پہنچے۔ زمانہ حال مین چند علماء نے جمع ہو کے مولوی ابو القاسم
صاحب الہ ابادی کے کاندھے پر رکھکر ایسی بندوق چلائی کہ جسکی پھس پھساہٹ شتر
کے بعض مقامات کی آوازون سے کم درجہ نرکھتی تھی حضرات نے چاہا تھا کہ شاہ
خیبر گیر کے حصارِ ایمان میں نقب لگائیں۔ ہر چند مضامین مختلفہ سے موش دوانی
کی مگر شیعہ کے دندان شکن جوابات نے جو کہ رسالہ جاتِ ذیل انتصار الشریعہ و خسائد
و کشف الحجاب و تشفی خوارج و سنی و مسکت المخالف وغیرہ سے دئے گئے ہین ایسے دانت
کھٹے کئے کہ ابتک لب نہین ہلائے۔ قصہ کوتاہ اگر حضرات اہلسنت ہزار سال سنگِ خارا پر

سر ماریںگے۔ اور زمین و آسمان کو ایک کر دین گے۔ تو ممکن نہین کہ شیعہ کی مضبوط و مستحکم عمارتون کو کسی نوع کا صدمہ پہنچا سکین اب مین پھر اصل معاملہ کی طرف رجوع کرتا ہون۔ مولف ہدایات الرشید نے پرجوش حالت مین نوک ریز خامہ فرمایا ہے کہ اہلسنت تیرہ سو برس سے تمام ادیانِ باطلہ اور خصوص مذہب شیعہ پر غالب چلے آئے ہین۔ میں سخت حیرانی کے ساتھ لکھ رہا ہون درحالیکہ حسبِ تصریحاتِ بالا از بدو افتتاح بابِ مناظرہ الی الآن عظمائے اہلسنت ایسی مضبوطی کے ساتھ قلعہ بند کئے گئے ہین۔ کہ پہلو نہیں بدل سکتے۔ شیعہ کے جوابات کو خواب مین دیکھکر چونک پڑتے ہین عبقات و استقصاء و تشئید المطاعن کے پُر رعب مضامین و حجم و ضخامت سے تھر تھر کانپتے ہیں۔ تو یہ لفظ (اور خصوص مذہب شیعہ) جناب مقدم الوصف نے کہانسے نکالا بعد غور و خوض یہ نتیجہ پیدا ہوا۔ کہ اگر اہلسنت کو کسی دلیل و حجت قویہ سے بمقابلہ شیعہ غلبہ ہوتا تو ضرور اسکو حوالہ قلم فرما کر وقفِ انظارِ اہل بصیرت فرما دیتے۔ درحالیکہ انھون نے وجوہاتِ غلبہ کی تفصیل میں کوتہ قلمی فرمائی۔ لہذا سمجھا گیا کہ بلا دلیل و حجتِ معقولی و منقولی محض دابِ سکھان شاہی سے اپنا غالب ہونا ذہن نشین فرما کر بجائے خود بغلین بجائی ہیں۔ اس موقع پر عجب نہین کہ کوئی سنی پاکباز بہ حمایت و طرفداری صاحبِ ہدایات الرشید یہ ارشاد فرمانیکی گنجائش پیدا کرے کہ اہلسنت کے دلائل غلبہ وہی ہیں جنکو مولفِ ہدایات الرشید نے اپنی کتاب میں بعد اظہارِ لفظِ غلبہ درج فرمایا ہے۔ انکی خدمت مین گذارش کرنے کا مجھکو بہت اچھا موقع مل رہا ہے کہ بصد ادب عرض کردن کہ اے حضرات ذرا ہوش کیجئے اور کچھ سوچ سمجھکر لکھئے۔ جو جو معاملات اپنی کتاب مصروف بہ نمونہ عجائبِ قدرت خداوندی مین درج فرمائے ہین

وہ سب تحفہ اثنا عشری ومنتہی الکلام وہدیۃ الشیعہ وآیات بنیات وغیرہ مین آچکے
ہین جنکے جوابون کا مجموعہ تقریباً (۶۵) مجلدات حسب تصریح تصویر غالب و مغلوب
واشتہار آئینہ حق نما ہے۔ ایسے مضامین پامال ومقدوح ومجروح پر مستدل ہونا
سراسر دلیل عجز وبیچارگی ہے نہ کہ غلبہ۔ ہان اگر صاحب ہدایات الرشید نئی روشنی
کے پرتو سے پچھلے علماء کو شیعہ کے شکنجۂ دار وگیر سے چھڑا کر کوئی اپنی چمک دکھاتے تو
سمجھا جاتا کہ گو پہلے حضرات سنیہ کے پنبہ دہنی نے سنیون کے صاف ومجلی مذہب
کو رنگ سکوت وچرک خاموشی سے تیرہ وبے نور کر دیا تھا۔ مگر مؤلف ہدایات الرشید
چودھوین صدی مین ایسے غیر معمولی چمکدار ستارے نکلے کہ اہلسنت کے خانۂ بے نور
کو رشک کوہ طور کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ خصوص مذہب شیعہ لکھکر محض دھوکہ
دہی وافترا پردازی سے اپنے دینی بھائی کنجڑے قصائی کو ایک مسرت تازہ دلائی تھی
کوئی جدید مضمون بیان نہین کیا تھا۔ البتہ پرانے چراغ عداوت پر ایک نئے چراغ مین
بودار وپر دخان تیل بھر کر کچھ ٹمٹما دیا تھا۔ جسکو ہمارے صرصر کلام کے ایک جھونکے کی بھی
برداشت نہوئی اور فوراً خاموش ہوگیا۔ واضح رائے ارباب بصیرت ہووے کہ غلبہ
کئی قسم سے حاصل ہوتا ہے اول دلیل وحجت دوم سلطنت سوم کثرت وجمعیت اقسام
ثلاثہ سے پہلی قسم کا غلبہ تو حضرات اہلسنت کو کبھی حاصل ہوا ہی نہین۔ اور نہ انشاء اللہ
تا قیام قیامت ہوگا۔ تحفہ ومنتہی الکلام وہدیۃ الشیعہ وآیات بنیات وغیرہ کے
جوابون سے جو سنگین قلعہ بناکر جمیع متکلمین اہلسنت کو نظر بند کیا گیا ہے۔ اُن محکم
واستوار عمارتون سے کسی دیوار کو گرائین۔ شیعہ نے زنجیر کلام مین جکڑ بند کر کے
جو سلسلہ ڈالا ہے۔ اُسکو کسی حداد کامل فن وسبکدست سے کٹوائین تو غالب ہونگا

دعویٰ پیش کرین۔ رہی صورت دوم وسوم البتہ غلبۂ سلطنت سے شیعہ او پیشوایانِ ملتِ شیعہ کو ایسا مٹایا کہ نام ونشان تک باقی نہ چھوڑا۔ خاندانِ بنی امیہ وبنی عباس نے وہ تلوار چلائی کہ گیارہ امامون کو شہید کرکے تمام بنی ہاشم کا قلع وقمع کر دیا۔ زندہ سادات دیوارون مین چنوا دئے۔ ان کے خون سے مٹی آلودہ کرکے مکانات بنا ڈالے دُنیا کی نئی پرانی تاریخون میں اگر ظلم رسیدہ لوگون کی فہرست انتخاب کیجاوے۔ تو خاندانِ نبوت سے زیادہ مظلوم کوئی گروہ منتخب نہ کیا جائے گا۔ سرکار ابد پایدار دولت انگلشیہ کے سایۂ عاطفت مین آکر اب ذرا کچھ سانس سیدھی کی ہے۔ مگر اب بھی پرانے جوش وخروش وتعدی سے کچھ نہ کچھ نوک جھوک دخل درمعقولات ہمارے رسوماتِ مذہبی میں کئے جاتے ہین۔ حضرات کے دماغ سے اسوقت تک بوئے ظلم وجور نہین گئی۔ عالمگیر وچنگیز خان وغیرہ کا زمانہ سمجھے ہوئے ہین گیارہ امامون کے قتل کرانے اور خاندانِ نبوت کے صفحۂ دُنیا سے مٹانے مین کوشش کرنیوالے سنیانِ چاریاری تھے۔ ظالمانِ آل محمدؐ کی اگر ہمسے کوئی فہرست مانگے یا خود کتاب سے انتخاب کرے تو عموماً وہی حضرات پکارے جائین گے جو کہ مثلِ سنیانِ ذیشان ثلاثہ وامثالہم کو خلیفۂ برحق وجائز الاطاعت سمجھنے والے تھے۔ خیر زمانۂ گذشتہ کے شیعہ پر جو گذرا سو گذرا مگر بحمد اللہ کہ شیعیان سکنائے ہندوستان بدولتِ سرکار انگریز بہادر دام اقبالہ اہلسنت کے ظلم بیجد سے جیسے بتیس۳۲ دانتون میں زبان بچی ہوئے ہے محفوظ ہیں۔ مگر دریںولا امیر کابل نے سنتِ معاویہ کو شاخِ طوبیٰ سمجھکر ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ ہزارہا شیعیان وموالیانِ اہلبیتؑ کو قتل وجلاوطن کرکے ملک ہزارہ کو زیروزبر کر دیا۔ ان ظالمون کی

کیفیت اخبارات میں دیکھکر منتقم کے حضور میں بعد ادب عرض کرنا پڑتا ہے
کہ گورنمنٹ عدل گستر کے سایۂ امن مین مثل ہمارے وہ ظلم رسیدہ جماعت بھی
آجاوے۔ رہی تیسری صورت یعنی کثرت وجمعیت اِس لحاظ سے بھی من حیث
الانفار۔ اہلسنت ہی مورد ملخ سے بڑھے ہوئے ہین دیکھو تمام دنیا کی چھوٹی قومیں
اور اراذلِ اسلام مثل دھنے جولاہے۔ نائی۔ دھوبی۔ کنجڑے۔ قصائی۔ نیچہ بند۔ اور
نان بائی۔ گاڑے۔ جھوجھے۔ رنڈی بھڑوے۔ بھانڈ۔ میراثی۔ ہیجڑے۔ مخنث
کان میلئے۔ سینگی لگانیوالے اور تمام خانہ بدوش وصحرانشین مثل سپیرے بنجارے
وغیرہ سُنّی المذہب ہیں۔ اور شیعہ اقلِ قلیل وہی بیچارے۔ مظلوم اور ستم رسیدہ
اکثر تو مغل اور سادات اور کمتر اور حضرات باین حیثیت یعنی شوکت وسلطنت
وکثرت وجمعیت وغیرہ اہلسنت کا شیعہ پر جھگڑے قصہ لاٹھی اور سونٹے سے
غالب ہونا تو مسلم کیونکہ بقول مشہور (ہاتھی گھر کی فوج کو مارا کرتا ہے۔
مگر دیگر مذاہب وادیان باطلہ پر اہلسنت کیونکر غالب قرار دئے جا سکتے ہین
باقی آئندہ۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ سوم

اگر بروئے حجت کہیئے تو حضراتِ اہلسنّت نے اپنی قوتِ دماغی سے آجتک کوئی ایسی دلیل پیدا نہین فرمائی جس مین انکا متفرد ہونا تمام طُرق اسلام نے مان لیا ہووے - لیجئے اِک بڑے سے بڑا اور بھاری سے بھاری معاملہ قرآن پاک کا ہے - اہلسنّت بالعموم فرماتے ہین - کہ قرآن کو جیسا ہم جانتے اور سمجھتے ہین ایسا دُنیا مین کوئی بھی نہین جانتا - اور ہر ہر آیت پہ ہر شخص اپنا جھونٹڑا بناتا ہے شیعہ کی نسبت تو انکا یہ ہی خیال ہے کہ اس گروہ سے مُدبرِ طبیعت نے مادۂ قرآن فہمی سلب فرمالیا ہے - مگر قدرتِ خدا قابلِ دیدنی و تماشا کردنی ہے - کہ اہلسنّت کا ایک بڑا عالم و فاضل مسمّٰے بہ عماد الدین معہ زن و فرزند و خویش و قبیلہ لدہیانہ مین نصرانی ہوا - جنابنے عیسائی ہوتے ہی پہلا حملہ قرآن پر کیا - بدانستِ خود اکثر مقاماتِ قرآن کا خلافِ محاورہ اور غلط ہونا ثابت کیا - اہلسنّت پر لازم تھا کہ پادری صاحب موصوف کے حملوں کو روکتے - قرآن کا محاورۂ عرب پر صحیح طریقہ سے نازل ہونا ثابت فرماتے - مگر تعجب ہے کہ ایسے ایسے حُفّاظ و علماء نے جنبشِ اہلسنت کو تمام تر نازیبی چون بھی نہ کی - آخر کار مردِ میدانِ کلام جناب مولانا و مقتدانا السیّد مولوی سید محمد صاحب دام اللہ اجلالہٗ نے بذریعۂ کتاب مستطاب تنزیہ الفرقان ایسا جواب دیا کہ تمام مسلمانون نے سر پر رکھ لیا - واللہ مجھ سے بمقام مظفر نگر ملا مراد صاحب پنجابی

سے نے جو کہ جلسہ مناظرہ بٹہرہ سادات میں منجانب اہلسنت شریک ہوئے تھے فرمایکہ
حق تو یہ ہے کہ جناب مولوی سید محمد صاحب نے اسلام و اہل اسلام پر بہ ثبوت قرآن
کتاب تحریر فرماکر بڑا بھاری احسان فرمایا۔ پھر جناب خلیفہ محمد حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ
وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے بطرز عجیب و طریقہ غریب نسخہ اعجاز التنزیل ارقام فرماکر
تمام مسلمانون کو اپنا مداح بنایا۔ عقلاء اہلسنت غور فرمائین کہ ادیان باطلہ پر یہ ہی
صورت غلبہ ہوتی ہے۔ جیسے کہ علماء اہلسنت سے وقوع پذیر ہوئی۔ شیعہ کے سامنے
آنکھ نکرنا اور بقولی ٹمر ٹمر ویدم و دم بکشیدم۔ سانس نہ لینا تو حق بجانب تھا کہ انکی دلائل
کے مقابلہ مین زبان ہلانا مثل صید دام کلام کے پھندون مین پھنس جاتا ہے مگر
عیسائیون کے مقابلہ مین یہ خاموشی و ہنبہ دہنی سوائے عجز و بیچارگی کسی ادا پر
محمول نہین ہوسکتی۔ اگر حضرات اہلسنت کو یہ غرۃ ہو کہ بہ ثبوت نبوت آنحضرت
دلائل پیش کی گئی ہین۔ یہ بھی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ بہ ثبوت وحدانیت و نبوت
آنحضرت کل اہل اسلام کے دلائل بوجہ اتحاد وحدت عقیدت ایک سمجھے جاتے ہین
اگر بخلاف شیعہ اہلسنت نے کوئی جداگانہ دلیل پیدا کی ہو تو ارشاد فرمائین
کہ فلان مضمون طائفہ بکریہ کے دائرہ فکر سے سر نکال کر شاہد دلفریب بنا ہے حقیقت الامر
یہ ہے کہ اصل غلبہ خدائے کریم نے جناب رسالتمآب کے دست مبارک پر جاری
فرمادیا تھا جس وقت کہ فصحائے عرب کو اشتہار دیا گیا کہ اگر قدرت رکھتے ہو تو سورۂ
مبارکہ انا اعطینا کے برابر کچھ الفاظ و فقرات جنکا سیاق کلام فصاحت و بلاغت
سے بھرا ہوا ہو لاؤ۔ مگر ایک بھی قادر نہوا۔ اور تمام عرب جنکو فصاحت کلامی
میں اعلیٰ درجہ کا ملکہ اور مذاق حاصل تھا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے۔ اور اگر یہ

فرمائے کہ بوجہ شوکت وتسلط اہلسنّت کو ادیانِ باطلہ پر غلبہ ہے وہ بھی کسی طرح صحیح
نہین ہوسکتا۔ آج کل کے مسلمان وسنّیان ذیلشان تو بجائے خود رہے مین یہانتک
ترقی کرکے مدعیانِ غلبہ کو بتا سکتا ہون کہ حسب مفاد آیۂ موصوفہ بالا نہ خود رسالتمآب
صلعم کو غلبہ ہوا۔ اور نہ اُن لوگون کو جنھون نے فتوحات کرکے بلادِ مشرکین مین
اسلامی جھنڈا گاڑکر بنجانون کو توڑا ۔ مساجد تعمیر کین۔ نعرہ اللہ اکبر سے منکرانِ اسلام
کے جگر پاش پاش کئے۔ صدہا کتب خانے جلوا دئے جرنیلی کے خطاب پائے جیسے کہ
حضرت عمرؓ۔ آیہ ہو الذی سے جو غلبہ مراد ہے وہ اور ہی ہے جسکو انشاء اللہ عنقریب
بیان کرونگا۔ جماعت وکثرت کے اعتبار پر بھی اہلسنّت اور مذاہب سے بدرجہا گھٹے
ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر تمام دُنیا کے مذاہب جمع کرکے اہلسنّت کو تفریق کیا جائے۔
تو شاید اتنی بھی مناسبت پیدا نہو کہ جیسے آٹے مین نمک کو ہوتی ہے۔ مین کچھ نہین
سمجھ سکتا کہ صاحب ہدایات الرشید کی اہلسنّت کے غالب بیان فرمانے سے کیا مراد
ہے۔ اگر اہلسنّت بموجب آیۂ موصوفۂ بالا غالب من کلِ غالب ہیں تو فی زماننا مسلمانوں کا
بجمیعِ اعتبارات ظاہری مغلوب ہر ملّت ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ آج اسلام کی وہ
صورت ہو رہی ہے۔ کہ دیکھنے والے غربت وفلاکت کے آثار اسکے خوف زدہ اور
وحشت ناک چہرہ سے معائنہ کرکے کفِ افسوس مل رہے ہین۔ عالیجناب حالی صاحب
شاعرِ بے بدل نے جنکی فصاحت وبلاغت کو اہلِ زبان مانے ہوئے مین۔ نہایت
پر درد وگریہ خیز الفاظ مین اسکا مرثیہ لکھا ہے۔ جناب سید احمد خانصاحب بہادر
بالقابہ نے جنکو خیر خواہِ مسلمانانِ ہند سمجھنے میں چون وچرا کرنا تعصب کی کند
چھری سے مرغِ انصاف کو تڑپانا ہے۔ مدت سے صفِ ماتم بچھا کر اسلام کی موجودہ

حالت کو دم والپسین قیاس کر کے سورۂ یٰسین و والصافات پڑھنی شروع کر دی ہے
جناب معلّی القاب والاخطاب ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب نے جو لکچر ون مین تقریری
فوٹو سے اسکے مذوق ہونے کا نقشہ دیا ہے۔ لائق توجہ اطبا ہے۔ جناب مولوی
مہدی علی خانصاحب بہادر محسن الملک نے جو لکچرون میں گلریزیان کی ہین
قابل قدر ہیں۔ ہائے ہائے وہ اسلام جسکے خوف و دبدبہ سے روحین فنا ہو تی
تھین۔ اب ایسا کم طاقت و مغلوب ہر ملت ہو گیا کہ تمام قومین اسپر چہار طرف سے
حملہ کر رہی ہین۔ بانی اسلام ظالم اور اشاعت اسلام بظلم قرار دیگئی۔ ہر قوم نے
بالجزم ارادہ کر لیا ہے کہ اسلامی جہاز کو ایسا غوطہ دیا جائے کہ تحت الثریٰ پر پہنچکر
پھر سر نہ اُبھارے۔ اخبارون مین دیکھا گیا ہے کہ دولت عثمانیہ کے ٹکڑے سلاطین
یورپ اپنے نامزد فرما رہے ہین۔ حملہ پر حملہ ہوتا ہے۔ ہر طرح کے دباؤ ڈالے جاتے ہین
سفرائے سلطنت ہائے غیر بیہ ارباش کہہ رہے ہین۔ مگر فرطِ نقاہت و شدّت
ضعف سے کچھ ایسا مضمحل ہو گیا ہے کہ سر نہین اٹھاتا۔ اِس طرح ہاتھ پاؤن پھیلائے
پڑا ہے کہ گویا دم ہی نہین۔ کچھ عرصہ سے لوگون کا عام مقولہ ہو گیا ہے کہ مسلمانی
در کتاب و مسلمان در گور بعض نے جل بھن کر یہ بھی کہدیا ہے کہ۔ **مصرع** جرم
اِس عہد میں ٹھہرا ہے مسلمان ہونا + میری دانست میں تو سوائے صاحب
ہدایات الرشید یا اُن کے ہم خیالون کے اور دنیا کا کوئی عقلمند بحالت موجودہ
اہلسنّت کو ادیانِ باطلہ پر غالب بتانے میں جسارت و مباورت نہین کر سکتا
اب حقیر آیۂ ہو الذی کی حقیقت ظاہر کرتا ہے کہ اُس سے مفسرین قرآن نے
کیا مطلب نکالا ہے۔ واضح رائے اربابِ دانش ہووے کہ غالب اسکو کہتے ہین

جسکو قوت و شوکت سے تمام عالم پر ایسا تمکن و تصرف ہو کہ تمامتر آدمی اُس کے تابع و منقاد ہون اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک مین اکثر آیات بطور پیشین گوئی وارد ہوئے ہین۔ اور وہ بالیقین ایسے ہین کہ جن سے مسلمان مخالفانِ اسلام کے سامنے بہ ثبوت رسالت آنحضرت محجج ہوتے ہین جیسا کہ آیۂ مبارکۂ استخلاف اہلسنت آیۂ موصوفہ سے ثلاثہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کا دور خوش انجام مراد لیتے ہین۔ شیعہ کہتے ہین کہ وہ زمانہ ابھی تک نہین آیا۔ تحفہ وغیرہ کے جواب اس بحث مین قابلِ ملاحظہ ہین۔ اور بخصوص رسالۂ دفع المغالطہ مؤلفہ جناب مولوی عمار علی صاحب مرحوم و مغفور ایسے ہی آیۂ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ۔ ہے جسپر مؤلف ہدایات الرشید نے تکیہ کرکے پاؤن پھیلائے ہین۔ سوائے صاحبِ ہدایات الرشید اور سب مسلمانون کا اتفاق ہے کہ آخر زمانہ مین ایک وقت ایسا ضرور آنیوالا ہے جسمین مسلمانون کو پورے طور پر غلبہ حاصل ہو۔ اور کل اقوام اہلِ اسلام کے زیر حکم آجائین۔ یہ وہی وقت ہو گا جبکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام چرخ چہارمین سے نازل ہو کر بہ تبعیت امام آخر الزمان علیہ السلام کارفرمائے ملک گیری ہون گے۔ اور قاف سے تا قاف مذہبِ حق مثلِ چادرِ ابر رحمت پھیل جائیگا۔ اِس بات کی شہادت مین حقیر بہت کچھ ثبوت پیش کر سکتا تھا۔ مگر بخوفِ طوالت و ملالِ ناظرین چند مختصر شہادتون پر اکتفا کرتا ہے۔ اُن کے ملاحظہ سے انشاءاللہ ناظرینِ حق آگاہ پر واضح ہو جائیگا کہ مؤلفِ ہدایات الرشید علمائے اہلسنت کے کاملین مین بحدّے وسعتِ نظری رکھتے ہین کہ اپنے مذہب کی عمدہ اور منتخب تفاسیر سے جو کہ عموماً مدارسِ عربیہ مین دستبِ فرسودِ طلبا رہین محض نابلد و بیخبر ہین۔ امام فخر الدین رازی

تفسیر کبیر میں جنکی جلالتِ شان اہلسنت کے نزدیک دُنیا کی حدِ غایت توڑ کر اُس پار پہنچ گئی ہے۔ آیہ ہوالذی ارسل رسولہ کی تفسیر میں لکھتے ہین کہ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بمقام بشارت نازل ہوئی ہے۔ آنحضرتؐ سے خدائے کریم نے وعدہ فرمایا ہے کہ مذہبِ اسلام کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کریگا۔ لیکن یہ رتبہ اہلِ اسلام کو اُسوقت حاصل ہوگا جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمانِ چہارم سے نزول فرمائے تختۂ خاک ہونگے۔ اور سُدی مفسر کا یہ قول ہے کہ جسوقت امام مہدی آخرالزمان خروج فرمائین گے۔ تب اثر غلبہ ظاہر ہوگا۔ کیونکہ افرادِ بنی آدم سے اِس وقت پرنور مین کوئی ایسا نہوگا جو مطیعِ اسلام و خراج گذار نہو۔ بنظرِ اطمینان تفسیر کبیر کی عبارت مندرجہ صفحہ (۶۲۲) نقل کیجاتی ہے (قال ابو ہریرہ ہذا وعد من اللہ تعالیٰ بجعل اسلام غالباً علیٰ جمیع الادیان وتمام ہذا انما یحصل عند خروج عیسٰی وقال الذی ذالک عند خروج المہدی لایبقیٰ احد الا دخل فی اسلام اوادی المخرج ط)۔ تفسیر جلالین مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ (۱۶۰) پر یہ عبارت لکھی ہے۔ (ہوالذی ارسل رسولہ محمداً بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ یغلبہ علی الدین کلہ جمیع الادیان مخالفہ ولوکرہ المشرکون ذالک)۔ لفظ جمیع الادیان مخالفہ مندرجہ تفسیر جلالین متذکرہ بالا صاف طور پر دلالت کرتا ہے۔ کہ غلبۂ عام وتام کے لئے کوئی خاص وقت موعود من اللہ ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جسکو امام فخر الدین رازی نے بقول ابو ہریرہ صحابی وسُدی مفسر نزولِ عیسٰی وظہور قائم آلِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ومتعلق فرمایا ہے ملا محمد حسین کاشفی نے ایک تفسیر مسمیٰ بتفسیر حسینی لکھی ہے۔ اسکا اردو زبان مین ترجمہ ہوگیا ہے۔ تفسیر موصوف مین بمقام تفسیر آیۂ موصوفہ بالا یہ عبارت لکھی ہے

ہوالذی - وہی ایسا خداوند کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے (ارسل رسولہ) بھیجا پیغمبر
اپنے کو کہ محمدؐ ہے (بالہدیٰ) ساتھ قرآن کے۔ کہ محض ہدایت (ودین الحق) اور ساتھ
دین حق کے کہ اسلام ہے لیظہرہ تاکہ ظاہر اور غالب کرے دین اپنے کو اعلیٰ الدین
کلہ اوپر سب دینوں کے اور منسوخ کرے اُن کے احکام کو۔ اور وہ بعد نزول عیسیٰ
ہوگا۔ کہ روئے زمین پر سوائے دین اسلام کے کوئی دین نہ رہے گا (ولوکرہ المشرکون
اور اگرچہ کراہت رکھیں۔ سوائے ازین شیخ سلامت علی ولد شیخ محمد عجیب دہلوی
معروف بہ حذاقت خان نے ایک کتاب مسمیٰ بہ تبصرۃ الایمان ردِ شیعہ میں بالکل طرز
تحفۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھی ہے۔ اُس کتاب کے باب دوم میں شیخ صاحب ممدوح
لکھتے ہیں (کہ مختار اہلسنت آنست کہ امام مہدی از بنی فاطمہؑ در آخر زمان بوجود
خواہد آمد کہ او ہدایت عالمین وتقویت دین خاتم المرسلین خواہد نمود۔ ومصداق
آیت کریمہ (ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ) آشکارا خواہد کرد وحضرت عیسیٰ علیہ السلام
بامداد آنحضرت نزول فرمودہ بہ تخریب اعدائے طریق خواہد کوشید۔ ودین اسلام بر ہمہ
ادیان بلند تر خواہد شد) یہی عقیدہ تمام مفسرین شیعہ کا ہے بلکہ ہنگام ظہور وخروج
قائم آل محمدؐ ونزول جناب عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو ایسا غلبہ ہوگا کہ کفار ومشرکین
حسرت وندامت سے اُنکی غالبانہ حالت معائنہ کرکے صف ماتم بچھا کر بوریا نشین
کراہت ہونگے۔ شیعہ کی ایک اُردو تفسیر مسمیٰ بہ عمدۃ البیان بھی دیکھ لو۔ آیہ ہوالذی
کی تفسیر اِسی طرح کیگئی ہے۔ جیسے کہ حضرات سنیہ کرتے ہیں۔ ہوالذی ارسل وہ
خدا ہے کہ بھیجا اُس نے رسولہ بالہدیٰ پیغمبر اپنے کو ساتھ ہدایت کے کہ وہ معجزہ اور
قرآن ہے ودین الحق اور ساتھ دینِ حق کے کہ وہ دین اسلام ہے لیظہرہ تاکہ

غالب کرے اُس دین کو علی الدین کلہ اوپر دین کے یعنی سب دینوں پر اسکو غالب کرے و لو کرہ المشرکون اگرچہ مکروہ جانیں مشرکین اور ناخوش ہون اُسکے غالب ہونے سے اسواسطے کہ کسی دین مین ایسی توحید نہین ہے۔ اور کہتے ہین کہ یہ وعدہ وقت نازل ہونے عیسے کے آسمان سے اور ظاہر ہونے مہدیٔ آلِ محمدؐ کے وفا ہوگا۔ کہ تمام قومین اسلام کو قبول کرین۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بلند ہونا کلمۂ اسلام کا اور غالب ہونا اسکا اُس زمانہ کے بعد ہوگا۔ اور قسم ہے اُس شخص کی کہ جان میری اُسکی قدرت مین ہے کہ دین اسلام کو غالب کرے سب دینوں پر یہانتک کہ باقی نرہے کوئی بستی مگر یہ کہ صبح کو اور شام کو آواز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی سنین۔ بحمد اللہ یہ بات بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بالاتفاق شیعہ وسنی مطلب آیت یہی ہے کہ مسلمانون کو ایک وقت خاص میں پورا غلبہ حاصل ہوگا۔ بس صاحب ہدایات الرشید کا یہ نغمۂ بیتگر ودعوئی خلاف وقت و بے ڈھنگ عجب نہین کہ اہلسنت کی طبیعت مثل پرانی دوائیون کے بے اثر ہوکر اُنکی وقعتِ کلام کیلئے کوئی ضرر رساں مادہ پیدا کرے۔ کمال افسوس کیساتھ لکھا جاتا ہے کہ علمائے اہلسنت تقریظون میں ایسی کتاب کو جس نے بالکل خلاف تفاسیر ترتیب پائی ہے۔ مؤلف کا دماغ بیجا خوشامد کے گدگداہٹ سے عرشِ اعلیٰ پر پہنچانے میں نہایت چیرہ دست ہوئے ہین۔ شیعہ مذہب میں ایسے شخص کو جو کہ اپنی رائے اور خواہش طبیعت سے آیاتِ قرآنی کی تفسیر بیان کرے۔ نہایت ہی برے لفظوں میں لکھا ہے اور سختی کے ساتھ روکا گیا ہے کہ تفسیر قرآن میں رائے کو دخل نہ دیا جاوے۔ چونکہ جناب حافظ خلیل احمد صاحب نے دھنے جولاہون کا دل خوش کرنے اور کتاب کی بکری سے کیسہ پُر کرنے کی غرض مرکوزِ خاطر فرماکر آیہ (ہو الذی) کی تفسیرمین

بخلاف جمہور اہلسنت قلم کو گرم رو عرصۂ خود سری فرمایا ہے۔ لہذا اس قضیہ کے فیصلہ کو کہ اپنی طبیعت سے تفسیر قرآن کرنے مین صاحب ہدایات الرشید کس حد تک قابل ماخوذی ہین منصفان اہلسنت کی رائے عالی پر محول کئے دیتا ہوں جناب حافظ محمد خلیل صاحب کی تفسیر دانی پر مجھکو عالمگیر کے زمانہ کا ایک قصہ یاد آگیا۔ اسکا بیان کرنا غالبًا خالی از لطف نہو گا۔ اہلسنت فقیرون اور درویشون سے نہایت اعتقاد رکھتے ہین۔ اور اُنکے خیال اس بارے میں ایسے وسیع ہو گئے ہیں کہ فقرا کو کارخانۂ قدرت کا حصہ رجسٹری شدہ مختار عام جانتے ہین۔ چونکہ فقیرون کا عام طریقہ ہے بنگ و چرس پینا کون برہنہ رہنا نماز نہ پڑھنا روزہ نرکھنا پاک و ناپاک و حرام و حلال میں تمیز نکرنا۔ پس ایسے شخص کو حضرات اہلسنت اپنے حسن خیال و طبیعت کی سادگی سے غوث و قطب ابدال وغیرہ آسمانی آدمی سمجھنے لگتے ہین۔ ایسی ہی صفات کے درویش صاحب مع خیل مریدان دہلی مین جمنا کے کنارہ پر وارد ہوئے۔ درویش پرستوں میں ایک دھوم مچ گئی کہ انسانی شکل و شباہت میں کوئی فرشتہ اتر آیا پھر کیا تھا یہ چل وہ چل جو شخص حضرت کی زیارت کرکے واپس آتا ہے۔ جامہ میں پھولا نہین سماتا ہے۔ ایک کہتا ہے پیر دستگیر کی قسم آٹھ آٹھ روز کھانا نہیں کھاتے۔ دوسرا کہتا ہے شاہ نظام الدین اولیا نذہی نذر بخش کے مزار کے قسم کھاتا کیسا شاہ صاحب کو کسی نے ہنستے بھی نہیں دیکھا۔ اک کہتا ہے کہ سبحان اللہ و بحمدہ کتنے ہی روپیہ پیش کرو کیسا ہی ہدیہ دو حضرت آنکھ بھی اوٹھا کر نہین دیکھتے بڑے بے پروا ہین مریدا البتہ سب مال سمیٹ لیتے ہین۔ ایک بولا میان حضرت کو سوائے رنڈیون یا بے ریشہ چھوکرون کے اور کسی طرف رغبت ہی نہین۔ اور چونکہ حضرت کو جناب باری سے عشق حقیقی حاصل ہے لہذا جوان جوان رنڈیون۔ اور

بے ڈاڑھی موچھ کے لونڈون سے عشقِ مجازی اور پاک محبت پیدا کر کے عشقِ حقیقی کی مشاقی کرتے ہین۔ سبحان اللہ ہمارے حضرت کو نیند ہی نہین آتی۔ جبتک رنڈیان پیر نہ دبائیں۔ دو چار لونڈے سر نہ سہلائیں۔ قوال طبلہ اور سارنگی سے حقانی باتین نہ سنائین شدہ شدہ یہ خبرِ خوش گپون نے پادشاہ تک پہنچائی کہ دہلی کے نصیب جاگے گئے دوڑئے قدم پکڑ لئے۔ شاہ دین و دنیا یہی ہین۔ بادشاہ اول تو قیدِ مذہبی سے خود بھی فقیرون کے معتقد تھے۔ دوسرے (بساکین دولت از گفتار خیزد) لوگون کی اشتیاق ریز باتون نے زیادہ مشتاق کیا۔ معہ خدام و حشم نہایت عظم و شان سے آستان بوس ہوئے۔ دیکھا کہ اک قدآور فقیر بڑا موٹا تازہ لمبی لمبی موچھین سرخ سرخ آنکھین لنگوٹ باندھے ہوئے دوزانو بیٹھا ہی دو چار رنڈی بھڑوے پیر دبا رہے ہیں۔ مرید پیالہ پر پیالہ دے رہے ہیں حاجتمند سر جھکائے ہوئے چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ بادشاہ انکی پر رعب و خوفناک صورت دیکھکر اک طرف بیٹھ گئے اب کیا تھا فقیر صاحب اور بھی اکڑ گئے بالکل مستغنی بن گئے۔ بہت دیر کے بعد سر اٹھایا۔ مصلحتاً بادشاہ کو تو منہ نہ لگایا۔ مگر نعمت خان عالی وزیر سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ ارے میر سکندر ذوالقرنین اور امام حسینؑ کی بیچ کربل میں کیا جھگڑ پڑی یعنی اے وزیر سکندر ذوالقرنین اور امام حسینؑ کی باہم کربلا مین کیسی جنگ ہوئی نعمت خان عالی تو ایک بنے ہوئے آدمی تھے اور فی الجملہ بادشاہ کی حضور میں خوش طبعی کے بھی عادی ہو گئے تھے عالمگیر و دیگر فقیر پرستو نکو ندامت و خجالت دینے کی غرض سے سنکر کہا کہ سبحان اللہ حضرت کو سوائے فصاحت و بلاغت و کشف و کرامات و سیرِ افلاک تاریخ دانی میں بھی اعلیٰ درجہ کا ملکہ اور واقفیت حاصل ہی ایسے ہی آیہ ہو الذی کی تفسیر سے اگر مولوی خلیل احمد صاحب سرآمد مفسرین زمانہ بھی سمجھے جائین تو شائد یس تاریخ دان فقیر سے کم رتبہ پر شمار ہون گے۔ باقی آیندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ چہارم

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کا رسالہ مسمّٰی بہ تحفۂ اثنیٰ عشریہ حضرات اہلسنت کی نگاہ مین ایسی وقعت رکھتا ہے کہ ہر سُنّی پاک طینت اُس کتاب صدہا جواب کو نقلِ لوحِ محفوظ سمجھکر یہی اعتقاد کئے ہوئے ہے کہ جو کچھ خشک وتر مضمون خدامِ شاہ صاحب کی قلم صدق رقم سے نکل گیا ہے وہ عین حق وثواب ہے اور ممکن نہیں کہ دُنیا مین کوئی شخص اُسکے سامنے قلم اٹھا سکے۔ جب کبھی منجانب شیعہ حضرات اہلسنت کے گوش زد ہوتا ہے کہ تحفہ کے اسقدر جواب لکھے گئے ہین کہ چھاپہ خانون کے پتھر گھس گئے۔ کاتبون کی کثرتِ کتابت سے ہاتھ ورم کر گئے ولایت سے کاغذ گران ملنے لگا۔ شیعہ اُنکو خریدتے خریدتے مفلس ہو گئے۔ موسم برسات میں کتابون کو دھوپ دیتے دیتے تھک گئے۔ الماریان کثرت انبار سے ٹوٹ گئین۔ یہ حیرت خیز باتین سنکر دفعتہً اہلسنت چونک پڑتے ہین جھجک کر کہنے لگتے ہین کہ کیا آفتاب نے مغرب سے طلوع کیا کیا قیامت قریب آگئی جو تحفہ کے جواب لکھے گئے۔ اہلسنت کو اس کتاب سے کچھ ایسا حسنِ ظن ہو گیا ہے کہ کسی طرح دل سے یقین نہین کرتے کہ تحفہ کا کوئی جواب دیا گیا ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ جناب برادر دیکھئے ہمارے پاس یہ فلان باب یا تمام ابواب کا جواب موجود ہے تو خوف سے آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہین مگر جو کچھ صاحب تحفہ لکھ گئے ہین اُسکو اوراد و وظائف مین داخل کئے ہوئے ہین۔ شاہ صاحب نے

سنّی صاحبون کی طبائع کو مذہب شیعہ سے نفرت دلانے کی غرض مرکوزِ خاطر فرما کر تحفہ کے دیباچہ میں حوالۂ قلم فرما دیا ہے کہ مذہب شیعہ عبداللہ ابن سبا یہودی سے رواج پذیر ہوا ہے۔ ہر اہلسنت باتباع شاہصاحب اس واقعہ کو اِس طرح اعتقاد کئے ہوئے ہے کہ جیسے پیرانِ پیر غوث الاعظم کے پائے مبارک کو تمام اولیاء اللہ کے دوش پر مقدّم سمجھے ہوئے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عبداللہ ابنِ سبا گرو ہے اور شیعہ چیلے بعض فرماتے ہین کہ خدا برا کرے ابن سبا کا جس نے اسلام کو تتر بتر کر کے تخمِ نفاق بو کر حسد و عداوت و بدعت و شقاوت کی کھیتون کو لہلہا دیا۔ جناب مستطاب معلی القاب مولوی مہدی علی خانصاحب اور مؤلف آیات بینات لکھتے ہین کہ عبداللہ ابن سبا شیعون کا دادا۔ مگر واہ رے مصنفِ رمی الجمرات کیا ہی پھڑکتا ہوا جواب دیا ہے مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ میں سُنّی ہون اور میرے والد ماجد شیعہ ہین صاحبِ رمی الجمرات نے مذاقیہ لکھا کہ ہرگاہ آپ اپنے باپ کو شیعہ بتلاتے ہیں اور ابنِ سبا کو شیعون کا دادا۔ پس اِس حساب سے وہ ملعون جناب کا پر دادا ہوا۔ الحاصل ہر چند کہ علمائے کرام شیعہ نے شاہصاحب کی اس ادّعاء باطل کو کہ مذہب شیعہ نے ایک یہودی سے رواج و شیوع پایا ہے۔ تقریر رنگارنگ و وجوہات متنوعہ سے باطل کیا ہی اور حضراتِ اہلسنت آج تک اُس کا کچھ جواب نہین دے سکے۔ اور نہ تا قیامت انشاء اللہ اجوبۂ تحفہ کے ردّ و ابطال پر قلم اٹھانے کی جرأت حاصل کرینگے لیکن یہ کم مایۂ و ہیچمدان و حقیر و ذلیل ایسے مختصر طریقے سے جناب شاہصاحب کے دعوے کو باطل کرنا چاہتا ہے کہ اہلِ انصاف کا دل بول اُٹھے اور ہر سُنّی پاکباز کہدیوے کہ بے شبہ جناب شاہصاحب نے شیعہ پر سخت الزام لگا کر تمام سُنّیون کو ایسا دھوکا اور مغالطہ دیا تھا کہ کسی اور نے

مسلمان سے بھی نہو سکے چہ جائیکہ پیرومرشد سُنّیان مین نہایت انصاف و راست
بازی سے بلا حمایت و جنبۂ شیعہ گذارش کرتا ہون کہ اگر درحقیقت حسب تحریر شاہصاحب
مذہب شیعہ یہی وقعت و حیثیت رکھتا ہے کہ ایک یہودی مردود سے اُس نے نام پایا
تو واللہ ثم باللہ ایسی ملّت سے کافر ہونا بہتر ہے کہ اگر نحیف نے شاہ صاحب کی
تحریر پُر تزویر کو بلا دخل تاویل صاف و صریح وجوہ سے باطل کردیا تو پھر اہلسنت کو
لازم ہے کہ کار فرمائے انصاف ہوکر حضور شاہ صاحب کو ایسا ہی سمجھین کہ جیسا عام
خلاف گو اور غلط نویسون کو سمجھا کرتے ہین ۔ چونکہ شاہ صاحبنے تحفہ کے شروع
یعنی باب اوّل مین اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ موجد مذہب شیعہ عبد اللہ ابن سبا
یہودی ہے اور جبکہ اُسکی تعلیم نے طبائع مسلمین مین اثر و رسوخ پیدا کیا تو یہ گروہ
شیعہ فرقۂ ہالکین و ضالین و مبتدعین میں داخل ہوکر اُن حرکات و عادات کا مظہر
ہوا جسکا ذکر ہم آیندہ ابواب میں کرنیوالے ہین ۔ پس خیال کرنے کا موقع ہے کہ
اگر مین نے وجوہاتِ دلنشین ناظرین و سامعین سے اس بات کو مثل آفتاب
نیمروز ثابت کر دکھایا کہ جناب شاہ صاحب اس الزام کے وارد کرنے مین کہ شیعہ کا مذہب
یہودی سے نکلا ہے صحیح القول نہین ہین ۔ تو وہ جملہ معاملات باطل سمجھے جائینگے
جنکو دیگر ابواب مین شاہ صاحبنے الزاماً منسوب بشیعہ کرکے درج فرمایا ہے ۔ ہرچند
کہ تحفہ کی ایک ایک سطر اور ہر ہر فقرہ جناب مرزا محمد صاحب دہلوی اعلی اللہ مقامہٗ بزمانۂ
حیات شاہ صاحب بذریعہ نزہہ ردّ و باطل فرما چکے ہین ۔ اور بعد اُن کے چند علمائے
اعلام شیعہ نے اُسکی ایسی دھجیان اوڑائی تھین کہ اگر خوردبین سے بغور دیکھا جائے
تو ایک دھجی نظر نہ آئے ۔ مگر حقیر کے چند ہی فقرات مبطل تمام تحفہ سمجھے جائینگے کیونکہ

اگر فی الواقع بانی مذہب شیعہ عبداللہ قرار نہ پایا تو شاہ صاحب نے اسکو موجد دین شیعہ قرار دیکر جسقدر مضامین توہین آمیز درج تحفہ فرمائے ہیں۔ خود بخود جھوٹے اور ناقابل التفات سمجھے جائینگے ہر کتاب کا اصل اصول دیباچہ ہوا کرتا ہے اور اوسمین شاہ صاحب نے یہ قصہ ہوش ربا وحیرت انگیز و نفرت آمیز لکھا ہے کہ شیعہ بتعلیم عبداللہ ابن سبا رہگرائے بادیۂ ضلالت ہوگئے پس اگر میری تقریر کا نتیجہ منجر بہ بطلان الزام مذکورہ اہل خرد کے نزدیک تسلیم ہوگیا تو تحفہ کے وہ تمام تر اوراق جو کہ باب سوم و دوم وغیرہ مین الیٰ آخرہ لکھے ہیں خواہ مخواہ داخل ردیات ہوکر پڑیان باندھنے کیلئے دوافروشون کے ہاتھ نیلام کردیئے جائینگے اب ذرا سنبھل بیٹھئے میں اصل داستان بیان کرتا ہون۔ تحفہ کے باب اول صفحہ (۵) سطر (۸) مین شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ بناء مذہب شیعہ عبداللہ ابن سبا یہودی یمنی صنعانی سے ہے اس نے براہ عداوت اہل اسلام بلباس مسلمانی بامید انہدام بنیاد ملت اسلامیہ ایسا دام تزویر پھیلایا کہ جماعت کثیر کو بدکیش کردیا۔ چنانچہ فرماتے ہین کہ ہرگاہ شہادت آن خلیفۂ برحق یعنی عثمان واقع شد و خلافت حقہ خاتم الخلفاء امیرالمومنین علیہ السلام صورت گرفت جماعت کثیر خودرا در اعداد محبین و مخلصین آنجناب وانمودہ خویشتن را بہ شیعۂ علیؓ ملقب ساختند۔ وبایں خوشامد درآمد کمال فرحت و شادی نصیب ایشان شدہ خواستند کہ مکنونات ضمائر خبث ذخائر خود را بے دغدغہ دربایۂ اظہار رو ابراز آرند واین فتنہ راکہ قریب الانطفائے بود دراز و پہنا در نمایند۔ کلان تراین گروہ عبداللہ ابن سبا یہودی صنعانی بود۔ کہ سالہا در یہودیت علم تلبیس و اضلال افراختہ تردد و غا و دغل باختہ سرد و گرم فتنہ انگیزی چشیدہ و نشیب و فراز این صحرانوردیدہ خیلے برکار

برآمدہ بود۔ ہر کسے را از اہلِ فتنہ بطورے فریب دادن آغاز نہاد۔ و فراخورِ استعداد ہر یک تخمِ ضلالت کاشتن بنیاد کرد۔ انتہیٰ بقدر الحاجت۔ عبداللہ ابن سبا مذکور نے بہ لباسِ تشیع جو فتنہ انگیزی کر کے غوایت و ضلالت کی جماعتِ اہلِ اسلام مین تخم ریزی شروع کی اسکو جناب شاہ صاحب نے باین الفاظ رقم فرمایا ہے۔ اولاً اظہار کمال محبت و اخلاص بخاندانِ نبوی و دودمانِ مصطفوی و تحریص بر محبتِ اہلسنت و استحکام درین امر شروع کرد) سبحان اللہ عبداللہ ابن سبا پر کیا خوب اعتراض کیا گیا ہے کہ اُس نے محبتِ خاندانِ نبوت پر لوگون کو ترغیب و تحریص کی۔ اگر یہ واقعہ سچ ہے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اس زمانہ کے آدمیون کی طبائع مین خاندان رسالت کے ساتھہ اتحاد و اخلاص نہ تھا ورنہ امرِ موجود گی حاصل کرنے میں عبداللہ مذکور تحصیلِ حاصل کا ارتکاب نکرتا۔ کیونکہ جن لوگون کو اُس نے محبت و موالاتِ خاندانِ رسالت پر رغبت دلائی تھی وہ صاف کہدیتے کہ آپ کوئی امر جدید ہمکو تعلیم فرمائے۔ اِسکو تو ہم اپنے ایمان کا رُکنِ رکین سمجھے ہوئے ہیں شاہ صاحب کی عبارت سراپا بشارت متذکرہ بالا کا یہ فقرہ (کہ استحکام درین امر شروع کرد) صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ ادکھڑی ہوئی بات یعنی موالاتِ اہلبیت کو عبداللہ ابن سبا از سرِ نو جماتا تھا پس ؎ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔ صاف ثابت ہو گیا کہ ثلاثہ کے دورانِ حکومت میں اہلبیت کی محبت قلوب مسلمین سے بحدے مستاصل ہو گئی تھی کہ وہ لوگ تعلیم جدید کے محتاج تھے۔ مودتِ اہلبیت چونکہ بحکم قرآن بفحوائے آیہ مبارکہ (قُل لَّا اَسئلکم علیہِ اجراً اِلَّا المودۃَ فی القربےٰ) تمام مسلمانون پر آنحضرت کی تبلیغ رسالت و تعلیم مسلک حقیقت و معرفت کا مزدوا اُجورہ قرار دیگئی ہے۔ لہذا اُس کے استحکام مین

کوشش کرنا ہو وئی مذکور پر کوئی الزام پیدا نہین کرسکتا۔ یہ وہ محبت ہے کہ بلا اُس کے
کسی مسلمان کا کوئی فعل از قسم طاعات و عبادات و خیراتِ مبرات درجۂ اجابت پر
فائز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ زبان زد خاص و عام ہے کہ بے حُبِّ اہلبیت عبادت حرام ہے
حضراتِ خلفاءِ ثلاثہ نے جو ۲۵ پچیس برس تک جلوہ افروز تختِ خلافت رہکر جس بات
کو بصد کوشش مٹایا اور خلایق کے دل سے بھولا یا تھا۔ اسکو لوگون کی طبایع متنفرہ
میں جاگزین کرنا فی الواقع اہتمام طلب تھا۔ مدعیانِ محبتِ خاندانِ نبوت اعنی حضرات
اہلسنت والجماعت پشتِ دست سے آنکھیں ملکر بہ چشمِ انصاف ملاحظہ فرمائین کہ
تحریص و ترغیب باطاعتِ اہلبیت جو کہ عبد اللہ ابن سبا سے وقوع پذیر ہوئی اُسکو
شاہ صاحب نے (تخمِ ضلالت کاشتن بنیاد کردہ) کی صفت سے یاد فرمایا ہے۔ کاش وہ
ملعون بمثل خلفاء ثلاثہ عداوتِ اہلبیت پر مسلمانوں کو ترغیب دلا کر اُن کے نورِ محبت
کو جگر چیر چیر کر نکلواتا اور اُس خونِ موالات کو جسکا ہر مومن کے رگ و پے میں دوڑنا
از جملہ ضروریاتِ دین ہے۔ بذریعہ فصد دُور کراتا تو غالباً بڑا پیر و درویشِ کامل و
اولیاء اللہ سمجھا جاتا حقیقت یہ ہے کہ محبت و عداوت چھپائے سے چھپ نہین سکتی
کچھ نہ کچھ زبان و قلم سے نکل ہی جاتا ہے۔ اگر شاہ صاحب کے قلب نورانی میں خاندانِ
نبوت کی اتنی بھی محبت و وقعت ہوتی کہ جتنی بی بی عائشہ صدیقہ کو اُس ناقہ سے
تھی جسپر سوار ہو کر حضرتِ ممدوحہ شانِ مجاہدانہ دکھاتی ہوئیں حیدرِ کرار کے سامنے
حدیث (یا علی حربک حربی) خاطرِ عاطر سے محو فرما کر حملہ زن ہوئی تھین۔ تو کبھی آنکی
محبت کو تخمِ ضلالت سے تعبیر نفرماتے۔ اگر کوئی سُنّی ہماری نظر بنگاہ انصاف سے
اِن فقرات کو دیکھے تو یقیناً کبھی بھولے سے بھی شاہ صاحب کے عالمِ دین ہونے کا باور

نکرے کیونکہ ایسا عالم جس کے نزدیک محبت اہلبیت رزالت وضلالت ہو وہ خود خوارج ونواصب کا جدِ امجد ہے۔ پھر اسی صفحہ پر کسی قدر فاصلہ سے لکھتے ہیں اگرچون جماعہ را باین دام فریب گرفتار کرد۔ اولاً القا نمود کہ جناب مرتضوی بعد از پیغمبر افضل مردم واقرب ایشان ست۔ بسوئے پیغمبر ووصی وداماد برادر او ست و آیات وارده در فضائل آنجناب و احادیث مرویہ درمناقب آن عالی قباب باضم موضوعات ومخترعات خود منتشر ساخت) خدارا اور اسنئی صاحبان خواب غفلت سے چونک کر اپنے مولانا فخر المحدثین ورئیس المناظرین ومتکلمین بلکہ افتخار اولین وآخرین کی عبارت پُر مکرمت کے اطراف وجوانب پر نظر ڈالکر دیکھیں کہ محبت اہلبیت کی تحریص وترغیب کو دام فریب قرار دیا ہے۔ کیون چودھویں صدی کے سنیون تم تو یہ کہا کرتے تھے کہ جسکو اہلبیت سے تولا نہیں وہ نام کا مسلمان وزندیق محض ہے۔ برائے خدا انصاف فرمائے درحالیکہ آپکے بزرگوار وعلمائے ذی اقتدار موالات اہلبیت کو گمراہی وضلالت وفریب ودغا کے ساتھ تعبیر فرما چکے ہین۔ توتم اپنے دعوے میں کیونکہ سچے تسلیم کئے جا سکتے ہو مقتدی ومقتدا کے عقیدے دو قسم پر کہ جن میں ضد ومبائنت ہو ہرگز نہین ہو سکتے عبد اللہ مذکور پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اُس نے حضرت امیرؑ کو بعد آنحضرت افضل مردم وقریب تر وداماد وغیرہ بیان کیا ہے۔ بھلا اس معاملہ میں اُس ملعون نے کیا جھوٹ بولا۔ افسوس ہے کہ شاہصاحب نے یہ سچی تقریر بھی فردِ جرم میں داخل کردی سوائے شاہصاحب اور اُن کے مریدانِ خاص کے سب مسلمان اس بات پر متفق ہین کہ حضرت امیرؑ کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا اختصاص ہے کہ وہ مرتبہ نوعِ بشر سے کسی کو حاصل نہین۔ آیہ مباہلہ میں آپ بلا اختلاف و انکار نفسِ رسول مانے

گئے ہین ۔ظاہر ہے کہ تمام وجود انسانی میں نفس سے افضل و بالاتر کوئی چیز نہین ۔
پس جو کہ بحکم قرآن ختم المرسلینؐ کا نفس بیان کیا جاوے اُسکے افضل ہونے مین
کون کلام کر سکتا ہے ۔شیخ عطّار جو کہ اہلسنت کے نزدیک ابرار واخیار و اولیاء
کبار سے گزرے ہین فرماتے ہیں کہ **بیت** خدا نفس پیغمبرش خوانده است +
دگر را فضیلت کجا مانده است + داماد و برادر ہونا تو ایسا بدیہی ہے کہ مدینے کے
یہودو نصاریٰ بھی جانتے تھے ۔ یہ امر تو بظاہر تعلیم طلب نہین معلوم ہوتا ۔بروایات
اکابر علماے سنیہ حضرت امیر علیہ السلام بمقام فخر و مباہات فرماتے تھے ۔(انا عبداللہ
واخو رسول اللہ) کمال افسوس کے ساتھہ لکھا جاتا ہے کہ شاہصاحب نے ایسے کلمات
کو جو کہ بدیہات اجلّہ سے ہین اور جنپر خود حضرت مرتضوی نازکنان ہو کر بمقام
فخر مستدل ہوتے تھے ۔ الزاماً عبداللہ ابن سبا کے گلے مڑہ دیا ۔میری سمجھ میں ہرگز یہ
بات نہین آسکتی کہ اس زمانہ کے آدمی جسوقت کو (خیر القرون) کہا جاتا ہے ۔
ایسی مارواڑی اور موٹی عقل کے تھے کہ محض عبداللہ مذکور کے کہنے سے اس بات
پر متیقن ہوئے کہ جناب امیر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور داماد ہین
کاش وہ ملعون یہ سبق نہ پڑھاتا ۔تو اسوقت کے مسلمان یہ بھی نجانتے کہ آنحضرتؐ
امیر المومنینؑ باہم کوئی رشتہ وتناسب رکھتے ہین ۔بقول شاہصاحب عبداللہ نے
یہ بھی کہا کہ جناب امیرؑ اقرب ترین مردم بسوے پیغمبر ہین ۔ تمام دنیا کے مسلمانون سے
اگر پوچھا جائے کہ رشتہ داران وقریبانِ آنحضرت میں اقرب ترین کون شخص تھا تو
غالباً طوعاً وکرہاً بدل خواستہ و ناخواستہ یہی کہنا پڑیگا کہ حیدر راست وحیدر راست
وحیدر راست ۔چنانچہ جناب شاہصاحب نے بھی تحفہ میں بذیل تذکرہ حدیث نور صفحہ ۲۴۲

سطر۱ میں ارقام فرمایا ہے کہ ادعائے قرب بنسبت حضرت امیر باختی مرتبت بجنبیت
درحالیکہ تقرّب و اختصاص حضرت امیرؑ میں گنجائش قیل و قال نہین۔ تو جناب شاہصاحب
نے فردجرم کو کیون طوالت دی۔ اگر حقیقت میں یہ بات زبان سے نکالنے میں آدمی
مجرم ہوتا ہے کہ علیؑ نبی کے قریب ترین۔ جیساکہ عبداللہ ملزم ہوا تو جناب شاہصاحب
بھی چونکہ معترف بقرب نسب ہوئے ہین اپنے ہی قول سے مجرم قرار پاکر ہم نشین عبداللہ
ابن سبا ہوگئے۔ اور نیز کل مسلمان چہ سنی و چہ شیعیان اسی دائرہ میں آگئے۔ المختصر
لوگون پر واجب تھا کہ عبداللہ ابن سبا کے منہ پر تھوکتے۔ کہ او فرنساق توہمکو یہ کیا
تعلیم دیتا ہے کہ علیؑ نبی کے بھائی اور داماد ہیں۔ اِس بات کو تو ہم اور تمام اعراب بادیہ
نشین پہلے سے جانتے ہیں۔ سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمامتر مضمون جناب
شاہصاحب کی نازک خیالی و جودت طبعی کا نتیجہ ہے۔ نہ عبداللہ ابن سبا سے کسی مسلمان
نے ایسی خلاف عقل باتین سنی اور نہ اُس نے کہین۔ محض اک طبع زاد ترانہ ہے کہ جسکو
دیکھ دیکھ اور سُن سُنکر دانشمندان اہلسنت فرط مستی سے جھوم جھوم کر نمونہ مشائخ
صوفیہ بن رہے ہین۔ اگر روز روشن میں عین دوپہر کے وقت کوئی یہ کہے کہ وہ دیکھو
آفتاب نکلا ہوا ہے اور خلقت بھیانک ہوکر محض اُسکے کہنے سے دوزمین لگا کر طلوع
شمس پر باور کرے تو ہم بھی اِس واقعۂ غیر صحیح پر یقین کرلیوین کہ عبداللہ نے
دام مکر و فریب پھیلا کر پہلے اہلبیت کے فضائل بیان کرنے سے تخم ضلالت بویا۔
اور پھر حضرت امیر کو جناب مصطفوی کا بھائی اور داماد بیان کیا + فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلہ پنجم

جناب امیر علیہ السلام کے لشکر نصرت اثر میں حسب غزوات سینہ کئی سو اصحاب صداقت مآب اور ہزارہا تابعین و تبع تابعین بر سر جنگ کمر بستہ تھے تعجب ہے کہ ایسی ارباب عقل و تمیز جنکا اکمل افراد انسانی میں شمار ہے۔ عبداللہ ابن سبا سے اس قسم کے لغویات و واہیات واقعات سننے پر فریفتہ ہوتے تھے۔ اندریں صورت وہ تمام جماعت اصحاب جو کہ ہمرکاب حضرت مرتضوی ناکثین و مارقین و قاسطین کے خون بہانے پر ہاتھون کو آستین سے اور تلوارون کو میانون سے باہر نکالے ہوئے تھے۔ احمق قرار پاتے ہیں۔ ایک شاہصاحب کی خاطر سے اہلسنت کسقدر اصحاب کے حماقت شعار ہونے پر رضامند ہوئے ہین۔ مگر بقول شخصے عیب او جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ ہم گروہ شیعہ شاہصاحب کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں کیونکہ انہون نے فرد الزام عبداللہ ابن سبا میں یہ فقرہ لکھکر اکہ آیات وارده در فضائل آنجناب واحادیث مرویہ در مناقب آن عالیجناب ا ہمکو ادائے شکریہ پر مجبور کیا مضمون بالا کے دیکھنے سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضرت امیرؑ کے فضائل و مناقب میں آیات و حدیث ہیں۔ مگر جناب شاہصاحب کا یہ فقرہ اکہ باضم موضوعات و مخترعات خود منتشر ساخت نہایت حیرت انگیز بات ہے۔ الفاظ صدر بآواز جہر کہہ رہے ہیں۔ کہ علاوہ آن آیات واحادیث کے جنکا ورود بشان مرتضوی ہوا تھا۔ کچھ عبداللہ ابن سبا

نے بھی اپنی طرف سے گھڑگھڑا کر اور ملا ملو دیا تھا۔ ہرچند کہ یہ بات کوئی تازہ نہین اکثر تفریط وافراط بیان واقعات میں ہو جاتی ہے۔ حدیثین بھی بنالیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ خیرخواہانِ خلاثہ نے صدہا احادیث تیار کی ہیں۔ اور ہمارے ایک جلیل القدر عالم نے کتاب مستطاب شوارق النصوص میں علماء اہلسنت کے بیان سے ثابت فرما دیا ہے کہ حکومت خلفاء بنی امیہ وعباسیہ میں واضعین کو زرکثیر دیکر فضیلت شیخین وامثالہم میں احادیث بنوائی گئین۔ میرا ارادہ تھا کہ ایسی چند احادیث جو کہ مدائح شیخین مین بزمانہ جناب معاویہ ودیگر سلاطین اسلامیہ بنوائی گئی ہیں پیشِ نظر اربابِ بصیرت کرون مگر بخوف طوالت فقط ایک حدیث بطور نمونہ تیمناً وتبرکاً لکھے دیتا ہون اگر ناظرین باتمکین کی دانست میں بلا دخلِ تاویل حدیث مصرحہ تحتی کا وضعی وبناوٹی ہونا جاگزین ہو جائے تو اور احادیث کا بھی ساختہ وموضوعہ ہونا بیقین فرمالیویں شاہصاحب تحفہ کے صفحہ ۱۴۱ سطر ۳ مین لکھتے ہین۔ کہ شیعہ نے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت نے بحق جناب مرتضوی ارشاد فرمایا۔ (کنت انا وعلیؑ ابن ابیطالب نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذالک النور جزئین فجزاً انا وجزاً علی بن ابی طالب) خلاصہ حدیثِ موصوف یہ ہوا کہ آنحضرت ارشاد فرماتے ہین کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے ہم اور علیؑ ایک نور تھے۔ بعد پیدایش آدم اُس نور کے دو حصے کیے گئے۔ از آنجملہ ایک جزو میں ہوں اور جزو ثانی میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالب) چونکہ حدیث موصوفہ بالا سے بصراحت تمام اتحادِ نبوی ومرتضوی ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ جلیل وعظیم ہے کہ اُس سے بالاتر کوئی درجہ ممکن نہین لہذا شاہصاحب بنظرِ عاقبت اندیشی ومآل بینی گھبرا گئے کہ ایسی صاف وصریح حدیث

بالکل مستاصل کن بیخ سُنّیت ہے۔ لہذا حسب عادت قدیم اُسی صفحہ کی سطر ۱۴ مین انکار کر اُٹھے کہ (ایں حدیث باجماع اہلسنت موضوع است) شاہصاحب کے انکار سے مجھکو یہ قیاس کرنیکا موقعہ ملا کہ ایسا نامی عالم جسکو حضرات اہلسنت فخر المحدثین و رئیس المتکلمین و بہترین اولین و آخرین جانتے ہین اور اُنکی تحریر کو نقل لوح محفوظ و قرآن ثانی سمجھتے ہین ہرگز جھوٹ لکھکر رہزن مقلدان و گمراہ کنندۂ سُنّیان نہ ہوگا مگر افسوس ہے کہ میرا وہ منظنہ صحیح نہ نکلا یہ تو مین کہہ نہین سکتا کہ شاہصاحب دیدہ و دانستہ راہپیمائے کوچۂ کذب و بددیانتی ہوئے ہین۔ مگر ہان اتنا عرض کرنے سے ہرگز نہ رکون گا کہ حضرت ممدوح وسیع النظر نہ تھے اور قیاسات سے لکھدیا کرتے تھے جس بات کو خلاف مراد دیکھتے تھے بے آنکہ کتب بینی میں قوت نظری گھٹائین۔ انکار کر دینے میں یکتائے روزگار تھے۔ اگر کسی کو شاہصاحب کے باغچۂ کلام میں راستبیانی کے گل و بوٹہ کا مشاہدہ کرنا مدنظر ہو تو اجوبہ تحفہ اور خصوصًا عبقات الانوار و تشئید المطاعن کی روشوں اور سیڑہیوں پر سیر و گشت کرے۔ انشاءاللہ صاحب ممدوح کا ہر خوشۂ کلام حلاوت راستی سے ہرا بھرا معلوم ہوگا۔ اسی حدیث نور کی نسبت جسکے موضوع ہونے پر شاہصاحب اجماع سُنّیان کا دعوی کرکے یاد دہ اجماع سقیفہ بنی ساعدہ ہوئے ہین۔ صاحب عبقات الانوار اعلی اللہ مقامہ نے بذریعۂ ایک جلد ضخیم تحریر فرمایا ہے کہ حدیث نور کتب موثقہ و معتمدۂ اہلسنت میں تین طریقہ سے وارد ہوئی ہے۔ پہلے طبقہ مین ناقلین حدیث موصوفہ آٹھہ اصحاب جلیل الشان یعنی امیر مومنان و جناب امام حسین جگر گوشۂ سید انس و جان و سلمان فارسی و ابوذر غفاری و جابر ابن عبداللہ و ابن عباس و ابوہریرہ و انس بن مالک ہین۔ اور گروہ تابعین

سے بھی اُسکے نقل کرنے والے آٹھ شخص ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک زین العابدین علیہ السلام ہین چونکہ اہلسنّت اُنکو تابعین صحابہ سے جانتے ہین۔ لہذا صاحب عبقات نے اُس امام ابرار و سردار اخیار کو بذیل تابعین معدود فرمایا۔ ورنہ معاذاللہ شیعہ ائمہ دوازدہ گانہ سے کسی کو سوائے رسول پاک کے دوسرے کا تابع جانتے ہوں۔ سوائے صحابہ و تابعین (۴۱) کس علمائے اہلسنّت سے ایسے گزرے ہیں کہ جن بزرگواران نے حدیث نور کو اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں باسانید متعددہ نقل فرمایا ہے۔ اُنہین سے ایک عالم کا نام بھی سن لیجئے (احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی) تفصیل اگر دیکھنا منظور ہووے تو جلد ہشتم عبقات الانوار کو ملاحظہ فرمائے۔ جو کہ مسمّیٰ بحدیث نور مشہور نزدیک و دور ہے اسمیں تو کوئی کلام نہین کہ آنحضرت و جناب امیر علیہ السلام کا نور پاک ایک ہے۔ اور اسقدر جماعت صحابہ و تابعین و علماء جنکی تفصیل اوپر کی گئی سوائے مقلدان شاہصاحب کے اور کسی مسلمان کے نزدیک خلاف گو و رہرو مسلک ناراستی قرار نہین پا سکتے۔ مگر رنج اس بات کا ہے کہ اجماع اہلسنّت بموضوعیت حدیث نور کے ظاہر کرنے سے شاہصاحب مفت میں بیٹھے بٹھائے اپنی کوتہ نظری سے افراد کا ذہین میں درج ہوکر نا معتبر محض یقین کئے گئے ایسے مشہور اور نامی گرامی عالم کی تحریر کا غلط ثابت ہوجانا۔ ہمکو بھی بوجہ دردقومی فی الجملہ رنج وہ ہوا۔ اہلسنّت کو لازم ہے کہ شاہصاحب کو سر تا سر سچا نہ سمجھین۔ کیونکہ ایسے بے احتیاط شخص کی طرفداری میں خواہ مخواہ حضرات کی طبع نازک پر وبال ملال عائد ہوکر عجب نہین کہ سنجر بخود کشی ہوجائے۔ ابھی ناظرین گھبرائین نہیں میری بیہودہ سرائی پر ذرا دل لگائے رہین۔ اسی بحث کے متعلق اک اور اُوچھلتا ہوا مضمون سناتا ہون۔ اسی صفحہ کے سطر (۲۲) مین شاہصاحب لکھتے ہین

کہ یہ روایت ہرگز صحیح نہین ہے کہ نبی و علیؑ ایک نور سے تھے ۔ مگر ہان بہ نسبت اُس روایت کے یہ روایت فی الجملہ صحیح ہے کہ چارون اصحاب ورآنحضرت ایک نور سے پیدا ہوئے تھے چنانچہ فرماتے ہین (روی الشافعی باسنادہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کنت انا وابوبکر وعمر وعثمان وعلیؑ بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالف عام فلما خلق اسکنا ظہرہ ولم نزل منتقل فی الاصلاب الطاہرۃ حتی نقلنی اللہ تعالیٰ الی صلب عبداللہ ونقل ابابکر الی صلب ابی قحافۃ ونقل عمر الی صلب الخطاب ونقل عثمان الی صلب عفان ونقل علیا الی صلب ابیطالب) - خلاصۂ مضمون روایت یہ ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم اور ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہین اور ہم سب کا نور اصلاب طاہرہ و پاکیزہ سے وقتاً فوقتاً منتقل ہوتا رہا۔ تااینکہ ہر ایک کے نور نے اپنے اپنے باپ کے صلب میں قرار پکڑا - یہ روایت بعینہ ایسی ہی ہے کہ جیسے کسی لومڑی نے اپنی دُم کو گواہی مین پیش کیا تھا۔ سنی و شیعہ مین سے کسی فریق کو یہ حق حاصل نہین ہے کہ اپنی کتاب کی روایت مخالف مذہب کے سامنے پیش کرے ۔ لطف یہ ہے کہ جناب شاہصاحب تحفہ کے صفحہ (۳۰) سطر (۶) مین لکھتے ہین (کہ درین رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب شیعہ و بیان اصول ایشان والزاماتے کہ عائد باہل سنت میشود غیر از کتب معتبرہ ایشان منقول عنہ نباشد والزاماتیکہ عائد باہلسنت میشود - میباید کہ موافق روایات اہلسنت باشد والاہر یک را از طرفین تہمت تعصب و عناد لاحق است) واہ شاہصاحب بھی عجیب گل خوشرنگ ہین۔ شروع کتاب میں ایسا سچا مضمون پیش کیا کہ جسکو ہر شخص دیکھکر کہدیوے کہ بڑے ہی راست کلام و حق گو ہیں - اور نتیجہ مین اپنی کتاب سے شیعہ کا گلا دباتے ہین - ہزارہا موقع ایسے ہین کہ جہان بمقابلۂ اہل حق اپنی کتابون سے استدلال

کیا ہی نہ معلوم دانشمندانِ ہند ایسے شخص کو جو کہ وعدہ کرکے اسکے خلاف راہ چلے کس حد
تک سچا سمجھیں گے وعدہ تو یہی تھا کہ شیعہ کا مقابلہ شیعہ کی کتابوں سے ہونا چاہیے دیکھئے بخلاف
عہد سُنّی کی کتابون کا حوالہ دینے سے کہین خدانخواستہ بدعہدون اور خلاف نویسون
کی فرد میں درج ہوکر مجرم نہ قرار پا جائین ۔ مجھکو اِس روایت مین چند باتین دکھانی منظور
ہیں ۔ انکو تدریجاً بیان کئے دیتا ہون حضور شاہصاحب غ در قمطراز ہیں کہ شیعہ نے
جس روایت اہلسنّت کی بنا پر اتحادِ نورِ نبوی و مرتضوی ثابت کیا ہی وہ بالکل جھوٹی
اور موضوع ہین لیکن جس روایت کو ہم لکھتے ہین وہ بمقابلہ روایت مذکورہ فی الجملہ قابل
اعتبار رہے ۔ لفظ فی الجملہ بھی عجیب جملہ ہے ۔ ماہرانِ فنِ ادب جانتے ہین کہ اِس فقرہ کو
ایسے موقع پر لاتے ہیں کہ جس واقعہ کی صحت میں پورا اعتماد نہو پس خود بیانِ شاہصاحب
سے ثابت ہوگیا کہ روایتِ اہلسنّت شیعہ کی روایت سے فی الجملہ بہتر ہے نہ کہ تمامتر
چونکہ اس روایت کے بیان کرنیوالے آٹھ صحابی واسیقدر تابعین و (۱۸) کس علمائے
مؤثقین ہین ۔ جنکی مجموعی تعداد (۵۰) آدمیون پر منتہی ہوتی ہے ۔ اندرینصورت یقین
کرنیکا موقعہ مل سکتا ہے کہ حدیث کی صحت کا اثر اُسی مضمون معیّن و معدود تک آسکتا ہے
کہ جو نبیؐ و علیؑ کی ذواتِ قدسیّہ سے متعلق ہے اور باقی حضرات باعتبارِ مدارج خلافت اسی
طرح فرض کئے گئے ہین ۔ جیسے کہ مقدمات میں ترتیبی مدّعا علیہ بنالیا کرتے ہین ۔ جنکی
ذات کو ڈگری و ڈسمسی سے کوئی نفع وضرر نہیں ہوتا ۔ قدرتِ خدا قابلِ تماشا ہی شاہصاحب
نے تو یہانتک بدنامی کا بارِ گران اٹھایا کہ سنّی کی روایت کو شیعہ کے سامنے پیش کرکے اپنے
اُس عہدِ موثق کو جسکو صفحہ (۳۰) سطر (۲) مین نہایت مضبوط رسیون سے جکڑ بند کیا تھا
توڑکر پیمان شکنون کی فہرست مین اوّل نمبر اپنا نام لکھا یا ۔ مگر قاضی ثناء اللہ پانی پتی

نے کہ جنکو شاہصاحب اپنی کتاب مسمیٰ بہ اتحاف النبلاء میں بیہقی وقت و سرآمد معاصرین خود لکھتے ہیں سیف مسلول میں بالفاظ صاف وصریح لکھدیا کہ آنحضرت و ابو بکر و عمر و عثمان کے متحد النور ہونے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے۔ ہر چند کہ ضعیف ہے مگر جن لوگون سے اسکی سند پہنچی ہے وہ جھوٹے نہین۔ لیکن وہ حدیث جس مین فقط آنحضرت و جناب امیر کے نور کا ذکر ہے باجماع اہلسنت موضوع ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی سند میں محمد بن خلف مروزی بیان کیا گیا ہے اور وہ کاذب و رافضی تھا۔ بحمد اللہ قاضی ثناء اللہ صاحب کے بیان سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ حدیث مسندلہ شاہصاحب ضعیف و ناتوان ہے۔ شاید اسی جہت سے خدام شاہصاحب نے اسکی نسبت لفظ فی الجملہ وارد فرمایا تھا حضرات اہلسنت پر واجب ہے کہ خود بھی آنکھ کھولکر دیکھین۔ محض شاہصاحب ہی کے گنڈے پر نہ رہین۔ ذرا دیکھو تو سہی قاضی صاحب نے شاہصاحب کے مایۂ استدلال کو ضعیف لکھکر انکی صحت کلامی مین کیسا بٹہ لگایا۔ اور نقص پیدا کر دیا۔ رہا جناب قاضی صاحب کا یہ ارشاد کہ حدیث نور کی سند میں محمد بن خلف مروزی واقع ہوا ہے۔ جو کہ کاذب و رافضی تھا۔ اسکا فیصلہ بدست منصفین اہلسنت ہے۔ درحالیکہ ائمہ صحابی و تابعین و ائمہ کس علمائے اہلسنت اسکے ناقل ہیں۔ تو ان سب کو کاذب و رافضی کہیے۔ یا ثناء اللہ صاحب کو کوئی گرم فقرہ سنا کر حدیث نور کی صحت پر اعتقاد فرمائیے۔ حق یہی ہے کہ بنائی ہوئی بات مین کچھ نہ کچھ نقص ضرور رہجاتا ہے۔ نقل ہے کہ آدمیوں نے اتفاق کر کے خدا سے منظوری حاصل کی کہ سب چیزون کو تو اپنے دست قدرت سے بناتا ہے ایک دو چیز ہمین بھی بنا لینے دے۔ ورنہ یہ ہماری دانائی و صناعی کس روز کام آوے گی۔ حکم ہوا کہ اچھا تم بھی اپنا ہنر دکھاؤ۔ کوئی ذی روح بناؤ۔ سب نے مل ملاکر

چمگادڑ یعنی شپرک بنایا۔ چونکہ ناقص خالق تھے جلدی میں ہاتھ پیر بھول گئے گھبراہٹ
میں مقعد بنانا بھول گئے۔ جانور مذکور جدھر سے کھاتا ہے اُدھر سے ہگتا ہے۔ یہی کیفیت
واضعین نے اس حدیث میں دکھائی گو کہ حدیث کے چند مقام قابلِ قدح وجرح ہیں
مگر بخوفِ طوالت ایک بات عرض کرنا چاہتا ہون۔ انوارِ خمسہ کی نسبت لکھا ہے کہ ہمیشہ
اصلابِ طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا۔ تا اینکہ آنحضرت کا نور صلب عبداللہ میں مستقر ہوا اور بکر و
عمر کا اُن کے آبائے کرام کے اصلاب میں اہلسنت تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
وابوطالب معاذاللہ کافر تھے۔ ایسے ہی عمر و عثمان کے باپ کو غیر مسلم بتاتے ہیں۔ پھر
اُنکے صلب کیونکر پاک ہو گئے۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّمَا المُشرِکُونَ نَجَسٌ۔ کیا نجس کا صلب
پاک بھی ہوتا ہے۔ یک بام و دو ہوا۔ کچھ پاک وکچھ ناپاک یہ حدیثِ نور سوائے مذہبِ شیعہ کے
اور کسی کے اصول پر صحیح نہین ہو سکتی۔ کیونکہ فرقہ حقہ امامیہ بالاتفاق قائل ہے۔ کہ
آنحضرت کے اجدادِ گرامی معہ جناب عبداللہ و ابوطالب نامی آن واحد کے لئے بھی مسبوق
بکفر و نفاق نہین ہوئے۔ سب ایمانِ صحیح پر دُنیا سے اُٹھے۔ اسی طرح باتفاق سُنی وشیعہ
حضرت امیرؑ نے کنارِ رسولِ خدا میں پرورش پائی۔ آپکے لعابِ دہن کو بجائے شیرِ مادر نوش
کیا۔ سجدہٗ اصنام کے لئے کبھی گردن خم نہ کی۔ ایسے شخص کے نور کا مقترن بہ نورِ نبوی ہونا
بلا قیل وقال تسلیم ہے۔ اور بھلا وہ حضرات جنکے باپ کافر اور خود بوڑھاپے میں مسلمان
ہوئے جوانی میں قبل از اسلام خُم کے خُم نوش کر ڈالے۔ صد ہا سؤر بھون بھون کر چبائے
بتون کو سجدہ کرتے کرتے ماتھے گھسا لئے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے دس یا چودہ ہزار
برس پہلے کیونکر آسمان پر چڑھ گئے۔ اگر درحقیقت ثلاثہ کے نور نے نورِ نبوی کے ساتھ
تسبیح وتقدیس کی تھی تو دنیا میں کسی غیر معبود کی عبادت نکرتے۔ آنحضرت کی نبوت میں

بروزِ صلح حدیبیہ حضرت عمر شک وریب فرماکر جماعتِ شاکین ومرتابین میں اعلیٰ
درجہ کا پاس نہ لیتے جنگِ بدر واحد وخیبر وحنین ودیگر غزوات سے پشت پھرا کے افرادِ
مفرورین کی پیشانی پر اپنا نامِ نامی نہ لکھاتے۔ دیکھو اِن تمام لڑائیون میں وہی ڈٹا رہا
جسکا نور آپکے ساتھ تھا۔ افسوس صد افسوس ہزارون برس ایک جگہہ بہ رہون
اور دُنیا مین آکر وہ نور ایسے بے نور ہوجائیں کہ ادنیٰ ادنیٰ لڑائیون میں دریا کی کائی اور
پارچہ کتان کی طرح پارہ پارہ ہوجائیں۔ چودہ ہزار برس تک ایک ساتھ مشغولِ تحمید و
تقدیس رہین اور صفحۂ دُنیا پر قدم رکھتے ہی باہم ایسی بدگمانی ہو کہ ایک کو دوسرے
پر اعتبار نہ رہے۔ بعض انوار فرطِ شکوک و غایت بے اعتباری سے حذیفہ بن الیمان کی
خوشامد کرکے پوچھین۔ کہ ہمارا شمار بذیلِ منافقین تو نہین کیا گیا۔ حضرت ثناء اللہ
پانی پتی کی توجیہ دیکھکر غلبۂ ہنسی سے دوہرا ہوا جاتا ہون۔ آپ فرماتے ہین کہ روایت تو
ضعیف ہے مگر راوی سچا ہے۔ کسی ڈوم یعنی میراسی کی ٹانگ میں تیر لگ گیا تھا شدتِ
درد و وفورِ کرب سے جان پر تو بنی تھی۔ مگر یہی کہتا تھا کہ خدا کرے اِس تیر کا لگنا جھوٹ
ہو۔ ایسی ہی حالت جناب قاضی صاحب کی ہے کہ روایت تو جھوٹی ہے مگر راوی
سچا ہے۔ اگر حضرت ممدوح فی زماننا دستارِ قضا باندھے ہوئے جبہ وعبا پہنے ہوئے
پانی پت کی کسی مسجد میں مسائل و فتاوی پر دستخط کرتے ہوئے مجھکو ملجاتے تو پہلے جھک
کر مؤدبانہ سلام کرتا اور پھر عرض رساں ہوتا کہ حضور آپکا یہ ارشاد اُس رسالدار
کے بیان سے کسقدر ملتا ہوا ہے کہ جس نے محض وطن کے نائی کو معتبر سمجھکر اپنے
مرنے اور جینے مین شک واقع کر دیا تھا۔ مشہور ہے کہ ایک رسالدار کے
گھر سے ایک نائی خبر لیکر آیا۔ سردار صاحب نے پوچھا کہ خلیفہ جی چھوٹے بڑے سب

اچھے ہین - اس نے کہا کہ حضور اور تو سب خیریت ہے مگر آپ کی بیوی رانڈ ہو گئی
بس یہ سننا تھا کہ فرطِ تعب سے غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا بہت روئے پیٹے چلائے ادھر
ادھر سے آنکر آدمی جمع ہوئے۔ پوچھنے لگے کہ حضور گھر سے کیا خبر آئی۔ جو آپ
بیحواس ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ میان کیا پوچھتے ہو رسالدارنی بیوہ ہو گئی۔
انہون نے کہا کہ جناب ہوش کیجئے یہ مردک جھوٹ بولتا ہے۔ ہرگاہ آپ زندہ
ہین وہ مخدومہ کیونکر رانڈ ہو سکتی ہین۔ فرمانے لگے کہ مین بھی یہی سوچ رہا ہون
مگر کسی طرح باور نہین ہوتا کہ پرانا قدیمی خیر اندیش نائی خواہ مخواہ جھوٹ بولے
العجب کل العجب خود ہی لکھتے ہین کہ روایت تو ضعیف ہے مگر راوی نامعتبر نہین
اسے حضرت جبکہ نائی کے نامعتبر ہونے نے رسالدار کی بیوی کے رانڈ ہونے
پر کوئی اثر نہ دکھایا تو راویانِ حدیث کے سچے ہونے سے باوصفِ ضعفِ روایت
جناب ابوبکر و عمر کا نور آنحضرت کے نور سے کیونکر متحد تسلیم کیا جا سکتا ہے ہان
اگر نائی کی روایت سے رسالدار کی بی بی باوجود حی القائم ہونے رسالدار کے
رانڈ قرار پا جاتی۔ تو بوجہ وثوقِ راوی یہ روایت ضعیف و نامعتبر بھی حضرت
ابوبکر و عمر وغیرہ کے نور مین کچھ کارآمد ہو جاتی۔ نہ وہ نائی سچا تھا نہ آپکے یہ راوی
صادق القول تھے۔ للہ الحمد کہ ضعفِ روایت ثابت ہو گیا۔ حضراتِ اہلسنت
پر لازم ہے کہ ایسی ویسی حدیثون پر کہ جامع مسجد کی سیڑھیون پہ بیٹھنے والون
نے بنائی ہون ہرگز اعتبار نہ فرمائین +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلہ ششم

ہر چند کہ طول کلامی سے اصل مطلب فوت ہو کر ناظرین کے طبائع سے مضامین محو وسہو ہو جایا کرتے ہین لیکن حقیر اور نیز جملہ متکلم اس اعتراض سے قابلِ معافی ہین کیونکہ یہ معاملات حقیقت مین کچھ ایسے ہی قسم کی توجیہات سے ترتیب پذیر ہوا کرتے ہیں۔ اور تا وقتیکہ ہر ایک بات کی پوری تنقیح کر کے اہلِ نظر کو نہ دکھایا جاوے لطف کامل حاصل نہین ہو سکتا۔ ناظرین کو یاد دلاتا ہون کہ عبداللہ ابن سبا یہودی کے قصہ میں جناب شاہصاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ عبداللہ مذکور نے خلائق کے فریب ہی بدِ نظر کرکے آیات و احادیثِ واردہ بشانِ مرتضوی باضم موضوعات خویش تنشر ساخت جسپر مجھکو یہ بات ظاہر کر دینی مناسب معلوم ہوئی۔ کہ موضوعات حضراتِ ثلاثہ کیلئے تجویز ہو چکے ہیں۔ اگر اُن کے دیکھنے کا شوق ہے تو اہلسنت کی کتاب مستطاب شوارق النصوص کو ملاحظہ فرمائین اُسکے معائنہ سے انشاءاللہ ثابت ہو جائیگا۔ کہ تمام احادیث فضائل شیخین وغیرہ مرویہ طریقہ سنیہ جھوٹی اور بے بنیاد معاویہ و عباسیہ نے واضعین و کاذبین کو زر کثیر دیکر تیار کرائی ہین جناب علوی السید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بڑے بڑے علمائے کاملین اہلسنت کے بیان سے واقعہ مذکورہ کو ثابت فرمایا ہے اور جن کتب کی سند پیش کی ہے وہ سب بعنایت الٰہی حضرت ممدوح کے خلف الرشید وسعید امام المدققین وصدر المحققین السید مولانا و معتمدنا مولوی ناصر حسین صاحب قبلہ

دام اقبالہ کے دفتر میں موجود ہیں بطور نمونہ مشتے از خروارے حدیث نور کی بحث
میں حقیر نے اہلسنت کے موضوعات کو واشگاف کر کے دکھایا مصرع جو اسپر بھی نہ
وہ سمجھیں تو پھر اُنسے خدا سمجھے + عبد اللہ مذکور پر جو یہ الزام لگایا گیا ہو کہ باعتم موضوعات
خویش منتشر ساخت - یہ کسی طرح حسب معتقدات اہل اسلام صحیح نہین ہو سکتا - جاننا اور
سمجھنا چاہئے کہ اہلبیت کی مصیبت اور فضیلت مین ممکن نہین کہ کوئی شخص گام فرسائے
علاے ہو نیکے مبالغہ ہمیشہ اُسی بیان مین کرتے ہیں - کہ جسکو چھٹانک سے سیر کے درجہ
پر پہنچانا منظور ہو - مصائب اہلبیت میں بطریق سُنی و شیعہ مقاتل و مراثی بے شمار
لکھے گئے ہین - مگر انجام کار تفصیل مصیبت کو بیرون احاطہ بیان و کلام سمجھکر شعرا کو
یہی کہنا پڑا **بیت** غرض بیان غم اہلبیت آسان نیست + حکایتے است کہ آن را
بشرح پایان نیست - ایسے ہی کسی فرد بشر سے ممکن نہین ہو سکتا کہ اہلبیت وخصوصًا
جناب امیرؑ کے فضائل بیان کرنے پر قدرت رکھتا ہو - چنانچہ اُن کی نسبت کہا گیا ہو کہ
شعر علی کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے + خدا کے بعد رسالتمآب سمجھے ہین فضائل مرتضوی
مین کتابیں لکھی گئی ہین مگر انجام کار سب تھک گئے - اور یہی کہتے بنی کہ **شعر**
اوصاف علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست + گنجائش بحر در سبو ممکن نیست + بھلا بیچارے عبد اللہ
ابن سبا کا کیا منہ تھا کہ آیات و احادیث وارده بشان جناب مرتضوی کو کلام اللہ سے
استخراج کر کے بالاستیعاب بیان کر سکتا - بڑے بڑے حفاظ و مفسر و محدث اظہار فضائل
سے معترف بعجز و قصور ہوئے ہین - قاعدہ کلیہ ہے کہ مقدمات میں جھوٹا ثبوت پیش
کرنے کی اُسی وقت ضرورت ہوا کرتی ہے جبکہ سچا سامان نہوا ور جس معاملہ و مقدمہ
میں نظر بہ واقعات مدعی اسقدر پاک وصاف ثبوت دینے پر قدرت رکھتا ہو - کہ جو

خود تا مدت العمر اسکے بیان پر قادر ہو نہ کوئی اظہار نویس تمام وکمال ثبوت کو قیدِ قلم میں لانے پر جرات کر سکے۔ تو ایسے شخص کو جھوٹے مواد کے بہم رسانی میں کوشش کرنا ہرگز ممکن ہی نہیں۔ باضم موضوعات کی عبد اللہ مذکور کو اسی وقت ضرورت واقع ہوتی جبکہ متن قرآن وکیسئہ محدثین کو حضرت امیرؑ کے فضائل خارج البیان سے خالی پاتا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مردود اصلی وحقیقی واقعات کے بیان کرنے پر بھی قدرت نہ رکھتا تھا پس بضم موضوعات ومخترعات چہ رسد۔ یہ شاہصاحب کی راست کلامی کا ادنے سے ادنیٰ نمونہ دکھایا گیا ہے۔ حضرت کی عادت تھی کہ طبع نازک سے مضمون تراش تراش کر درج تحفہ وغیرہ فرمادیا کرتے تھے ہم بھی تو دیکھیں کہ کوئی اسنّی ہماری تقریر کو باطل کرکے شاہصاحب کا سچا ہونا ثابت کرے دیلمی نے کتاب الفردوس اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ اور روضتہ الفردوس اور حاجی عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدائے کریم نے جمیع ملائکہ سے اپنی ربوبیت ومحمد صلعم کی نبوت اور حضرت علیؑ کی امارت کا اسوقت میں وعدہ لیا ہے کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ دیلمی نے کتاب الفردوس میں لکھا ہے عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قال علیہ السلام لو علم الناس متی سمی علیؑ امیر المومنین ما انکروا فضلہ سمی امیر المومنین وآدم بین الروح والجسد قال اللہ تعالےٰ واذا خذ من بنی ادم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علیٰ انفسہم الست بربکم قالت الملائکہ بلیٰ فقال انا ربکم ومحمد نبیکم وعلی امیرکم۔ پس خیال کرنے کا موقع ہے کہ جسکی امارت کا وعدہ خدائے پاک فرشتگان سے اپنی ربوبیت اور جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے جلسہ میں بروزِ الست لیوے۔ اُسکے فضائلِ صحیحہ کے بیان

کرنے پر بھی کوئی شخص قدرت نہین رکھتا - چہ جائیکہ اپنی طرف سے جھوٹی فضیلتین گھڑ گھڑا کر قریب دو اصحاب وتابعین موجودہ لشکر امیر المومنین ہووے ساتھ ہی اسکے مومنین یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیوین - کہ ہرگاہ باقرار علمائے سنیہ جنکے نام نامی معہ بعض عبارت اوپر بیان کئے گئے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچا دیگئی کہ حضرت امیرؑ فرشتون کے بھی امیر ہین اور باتفاق جمیع امت ملائکہ تمامی ناپاکیون سے پاک اور معصوم ہین تو ضرور ہے کہ انکا امیر بمقابلہ انکی عصمت کے بھی کوئی درجہ رفیع رکھتا ہو - اور جسکو یہ رفعت وشان ومنزلت حاصل ہو وہ دنیا مین سوائے امیر ہونے کے زمرۂ ماموین مین داخل ہوکر عمر وبکر وغیرہ کی بیعت کا گلوبند زیب گردن نہین کرسکتا - مجھکو اس بات سے بڑی حیرانی لاحق ہورہی ہے کہ جناب شاہصاحب کو یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ عبداللہ ابن سبا نے سوائے اُن آیات واحادیث کے جو کہ مختص بشان مرتضوی ہین - اپنی موضوعات وگھڑی ہوئی احادیث کو زمانہ مین منتشر ومشہور کیا - لازم تھا کہ اُن بنائی ہوئی حدیثون کی عبارت دکھاتے کسی سُنی عالم ہی کا قول پیش کرتے کہ فلان شخص نے اپنی کتاب مین لکھا ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے جو احادیث درباب فضائل مرتضوی وضع کی تھین وہ یہ ہیں - شاہصاحب کا تنہا بیان اُن کے مریدان ومقلدان کی تسکین خاطر کے لئے کافی وشافی سمجھا جاسکتا ہے جو کہ حضرت ممدوح کو ہمہ تن سچا اور رہنمائے دین جانتے ہیں - گروہ حقہ امامیہ کلام بے سند کو کم از گوز شتر نہین جانتا - مشہور ہے کہ دعویٰ بے دلیل قبول نعرد نہین - خیال ہوتا ہے کہ شاہصاحب کو بزور ولایت الہام ہوا ہوگا یا انکے اُن کے استاد خواجہ نصر اللہ کابلی نے جنکی تحریر کا عربی سے فارسی مین ترجمہ کرکے تحفہ کو اہلسنت کے لئے وظیفہ بنایا ہے

خواب میں بیان کیا ہوگا کہ میرے پیارے شاگرد عبداللہ ابن سبا نے سوائے سچی آیات
وحدیث کے کچھ جھوٹے مضمون بھی اپنی طرف سے تراش لئے تھے۔ ہائے افسوس شاہ
صاحب تو داعی اجل کو لبیک کہکر حضرت معاویہ کے ساتھ سرگرم لذائذ حصہ مستحقہ ہیں کاش
زندہ ہوتے تو احادیث وضع کردۂ عبداللہ ابن سبا کی عبارت ومعانی ومطلب دریافت
کرلیا جاتا۔ سنا ہے کہ کلکتہ وغیرہ میں سمریزم کے ذریعہ سے ملاقاتِ اموات ہوجاتی ہے
عجب نہین کہ کسی سُنّی حق آگاہ کو جوش آجائے اور شاہ صاحب کی رُوح سے عبداللہ
کی بنائی ہوئی حدیثوں کا حال دریافت کرنا مناسب سمجھکر ریل بیگ لیکے عازم کلکتہ
ہوجائے۔ جبتک کہ اہلسنت بہ نیابت شاہ صاحب عبداللہ کی بناوٹ کا نشان نہ دینگے
اُسوقت تک شاہ صاحب کی ثقہ اور عادل اور عالم کامل اور سچے مولوی ہونیکا خیال
دل سے دور کرین۔ یاد رکھین کہ سچا عالم وہی شخص ہے کہ صحیح صحیح واقعات بے کم و
کاست لکھکر خلایق کو مسلکِ حق کی رہنمونی کرتا رہے۔ اور جس آدمی نے بہ لباس
مولویت جھوٹی اور پرُفریب دور از عقل باتین لکھکر خلائق کی گمراہی پر چستی سے کمر
باندھی۔ وہ ہرگز قابل وثوق واعتبار نہین۔ میں نے یہ بات بوجوہ دلنشین ثابت
کردی ہے کہ نہ عبداللہ ابن سبا نے کوئی حدیث حضرت امیر کی فضیلت مین بنائی
اور نہ وہ مردود باوصف موجود ہونے فضائل عدیدہ وکثیرہ کے روایات کِذب و
خلاف کے وضع کرنیکا محتاج تھا بلکہ سچے اور واقعی معاملات کے بیان کرنے پر بھی
قدرت تام نہ رکھتا تھا۔ بعد سمجھ لینے اِس مضمون کے ناظرین لفظ منتشر ساخت
مندرجۂ تقریر شاہصاحب پر نظر ڈالین۔ یہ جملہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ
اُس زمانہ کے آدمیوں کی طبائع سے بوجہ خوف وتعلیم خلفاء دامنہ ادمدّتِ

سلطنتِ جور جو حضرت امیرؑ کے فضائل قطعاً دُور ہو گئے تھے اگر معدوم نہو جاتے تو عبداللہ
مذکور کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ امرِ موجود کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرتا جسوقت کہ
وہ آیات و احادیث وارده بشانِ مرتضوی کا بیان کرنا چاہتا۔ اُسیوقت سامعین ٹوک
دیتے کہ ہم بدوِ اسلام سے اِلیٰ آلان یہ معاملات متواتر سنتے چلے آئے ہیں آپ کوئی ایسی
بات ہمکو سنالیے جو آج تک آویزۂ گوش ما بندگان نہوئی ہووے۔ پس اُس جماعت کا کان لگا کر
عبداللہ مذکور سے احادیث کا سماعت کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ خلفاءِ ثلاثہ نے چوبیس
پچیس برس سلطنت کر کے حضرت علیؑ کے فضائل کو بالکل مسلمانوں کی طبیعت سے
نکالڈالا تھا اگر فی الواقع عبداللہ نے اُس وقت کے پُرانے مسلمانوں کو وہ آیتیں و حدیثیں
سنا کر تحریص بموالاتِ اہلبیت کیا تو کوئی جرم عائد نہیں ہوسکتا بقول شاہصاحب مندرجہ
تحفہ برابر علمائے اہلسنت نے کتابوں میں حضرت امیرؑ کے فضائل لکھکر خوارج و نواصب
کی ناک کو اُلٹی چھُری سے کاٹا ہے۔ پس وہ سب عالم حسبِ اعتراض و ایرادِ شاہصاحب
ہم عقیدہ عبداللہ ابن سبا ہو گئے۔ زان بعد شاہصاحب رقمطراز ہیں کہ ہرگاہ دید کہ تلامذہ
او بہ تفضیلِ جنابِ مرتضوی بر جمیع اصحاب قائل شدند و این معنی در اذہانِ ایشان رسوخ
واستحکام پذیرفت۔ جماعہ را از خلصِ اخوان و برگزیدۂ یارانِ خود سرِ دیگر تعلیم کرد کہ جناب
مرتضوی وصی پیغمبر بود۔ و پیغمبر او را بہ نص صریح خلیفہ ساختہ و خلافت او در قرآن مجید
از آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ مستنبط میشود ولیکن صحابہ بتغلیب و مکر وصیت پیغمبر را
ضائع ساختند۔ و اطاعتِ خدا و رسول نکردند و حق مرتضوی را تلف نمودند و ہمہ برائے
طمع دنیا از دین برگشتند۔ و مناقشہ کہ فیمابین سیدۃ النساء و خلیفہ اوّل در بابِ فدک
رفتہ بود و آخر ہا بصلح و صفا انجامیدہ دستاویز و تمسک ساختہ ہر یک را بہ کتمان این

سرِّ وصیت بالغ نمود و گفت اگر با مردم شما را ازین جنس مقاوله درمیان آید۔ نام من
میگیرید و از من تبرّا و بیزاری اظہار نمائید۔ که مرا غرض ازین وصیت و نصیحت محض
بیانِ حق و اظہار واقع است نه نام و نشان و نه صیت و جاه بہمت این وسوسه او
گفت و شنود این مقدمات و سبّ و طعن خلفاء در لشکریانِ حضرت امیرؑ جاری شد
و مناظرات و مجادلات شدن گرفت تا آنکه حضرت امیر رضی الله عنه بر سرِ منبر بر ملا
خطبها فرمود و این جماعت بیزاری و تبرّا ظاهر نمود و برخے را بوعید و ضربِ جلد تہدید
کرد۔ ابنِ سبا چون دید که ازین تیر او هم بر هدف نشست پئے فتنه و فساد در عقیدهٔ اہلِ
اسلام مداخلت کرده با هم بگفتگوی آویزند و آبروئے یکدیگری ریزند۔ جماعت را
از اخص الخواص شاگردانِ خود برچیده در خلوت خالی از اغیار بعد از گرفتن عہد
و میثاق و پیمان سرّ دیگر باریک تر درمیان نہاد که از جناب مرتضوی چیزها
صادر می‌شود۔ که مقدور بشر نیست از خوارقِ عادات و اخبارِ غیب و احیائے اموات
و بیان حقائق الٰہیه و کونیه و محاسبات دقیقه و جوابات حاضره و بلاغت بر عبارت
و فصاحتِ الفاظ و زہد و تقوی و شجاعتِ مفرط و قوتی که چشم و گوش جہان و جہانیان
مانند آن ندیده و نشنیده هیچ میداند که این همه از کجا است و سرّ این امر چیست همان
بعجز در دادند و زمامِ تسلیم و انقیاد بدست او دادند بعد از تشویق بسیار و تاکید بیشمار
گفت که این همه خواص الوہیت است که ظہور مینماید و در کسوتِ لاہوت و ناسوت
جلوه میدهد۔ فاعلموا ان علیا هو الله و لا اله الا هو۔ بعض کلماتِ مرتضوی را که در
حالت سکر و غلبهٔ حال که اولیاء الله را می باشد۔ مثل انا حیّ و لا یموت انه باعث
من فی القبور انا مقیم القیامة از آنجناب سر زده بود مؤید مقاله شاید و آلهٔ خود گردانید

ورفته رفته بحکم (کل سرجاوز الاثنین شاع) این مقاله قبیحه فاش شد بجناب مرتضوی
رسید. آنجناب آن جماعت را مع ابن سبا تهدید باحراق نار فرمود و توبه داد- بعد ازان
اجلا فرمود بعد این چون در مداین رفت باز همان مقاله خود را بآذربیجان و عراق منتشر ساخت
وجناب مرتضوی بسبب اشتغال بحرب بغات شام ومهمات خلافت بحال وواتباع او نپرداخت
تاآنکه مذهب او رواج گرفت وشیوع پیدا کرد- پس لشکریان حضرت امیر بسبب رد وقبول
وسوسه این شیطان لعین چهار فرقه شدند اول فرقه شیعه اولی وشیعه مخلصین که پیشینیان
اهلسنت والجماعت اند- بروش جناب مرتضوی در معرفت حقوق اصحاب کبار وازواج طهرات و
پاسداری ظاهر وباطن با وصف وقوع مشاجرات ومقاتلات وصفائی سینه براءت از غل ونفاق
گذرانیدند وایشانرا شیعه اولی وشیعه مخلصین مے نامند- واین گروه من جمیع الوجوه بحکم
(ان عبادی لیس لک علیهم سلطان) از شر آن ابلیس پر تلبیس محفوظ ومصئون ماندند- و
لوثے بدامن پاک آنها از نجاست آن خبیث نرسید- وجناب مرتضوی در خطب خود مدح
اینها فرمود- وروش اینها پسندید- دوم فرقه تفضیلیه که جناب مرتضوی را بر جمیع صحابه تفضیل
میدهند واین فرقه از اولی تلامذه آں لعین شد- وتلمذ وسوسه او قبول کردند وجناب
مرتضوی در حق اینها تهدید فرمود که اگر کسے را خواهم شنید که مرا بر شیخین تفضیل میدهد او را حد
افترا که هشتاد چابک است خواهم زد- سوم فرقه شیعه سبیه که آنها را تبرائیه نیز گویند- جمیع صحابه را
ظالم وغاصب بلکه کافر ومنافق میدانند- واین گروه از اوسط تلامذه آن خبیث گشت و
مشاجرات ام المومنین وطلحه وزبیر مؤید مذهب ایشان ومحرک غدغه ایشان شد- چون
این همه مشاجرات بنا بر خون خلیفه ثالث بود- ناچار این در حق خلیفه ثالث نیز زبان طعن
ولعن کشادند وچون خلافت خلیفه ثالث مبنی بر خلافت شیخین بود- وبانی مبانی آن

عبدالرحمٰن عوف وامثال او بودند۔ بر ہمہ ہدف سہام لعن خود ساختند۔ وہرگاہ مقالات شنیعہ این گروہ بسمع مبارک مرتضوی بواسطۂ مخلصین میرسید خطبہا میفرمودو نکوہشہا مےنمود و برأت خود ازین مردم ظاہر میکرد۔ چہارم فرقۂ شیعۂ غلات کہ ارشد تلامذہ واخص الخواص یاران آن خبیث بود قائل بالوہیت آنجناب شدند۔ این است اصل طریق حدوث مذہب شیعہ منتہی کلامہ۔ شاہصاحب نے یہ تمام داستان بطور قصے کے بیان کیا ہے اگر حسب قواعد مناظرہ والتزام واقرار خود مطالب متذکرہ صدر کا ماخذ کسی کتاب شیعہ کو قرار دیتے تو اسکی نسبت غور کیا جاتا ذاتی واقفیت سے بلا سلسلہ سند اپنا من سمجھو تا لکھ گئے ہیں ایسے قصص و حکایات و ترٔلیات کو اُنکے مریدان مقلدان بہت پسند کرتے ہیں اسلام میں صدہا مجلدات تاریخ اسوقت موجود ہیں دیگر اہل مذہب نے بھی تواریخ نویسی میں کوتاہی نہیں کی۔ ابتدائے دنیا سے شاہان دہلی تک کے حالات سلسلہ وار لکھے ہیں مگر آجتک کسی مؤرخ نے عبداللہ ابن سبا کے حالات اس چم وخم سے نہ لکھے تھے۔ جیسے کہ جناب شاہصاحب نے تحریر فرما کر مذہب شیعہ کا مخرج ومنبع تلاش کیا ہے آج تک لوگ اُس انگریز کی عقل و فراست پر آفرین کہے جاتے ہیں جس نے پہلے پہل سیر وگشت کر کے ملک امریکہ کا پتہ نکالکر خلائق کی زبان پر نئی دنیا کا لفظ جاری کرایا۔ مگر شاہصاحب کچھ اُس سے بھی بڑھے ہوئے نکلے ع وہ تھا اُستاد یہ ولی نکلے ✦ صاحب بہادر نے تمام سمندر کی سیر وگشت اور اکثر جزائر کی دیکھ بھال کر کے اک نئے ملک کا پتہ لگایا۔ شاہصاحب نہ دہلی سے باہر گئے نہ کتب تواریخ کے معائنہ سے قوت نظری کو گھٹایا محض در ولایت مراقبہ کے ذریعہ سے مذہب شیعہ کی حدوث کا حال لکھکر اہلسنت کو نمودۂ مشائخ صوفیہ بنادیا جب کسی سُنی پاک سرشت سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت فرمائیے تو سہی آپکے شاہجی نے یہ معاملات کہاں سے حوالۂ قلم فرمائے کسی کتاب میں دیکھا یا پیر طریقت سے سنا یا کوئی خواب نظر آیا یا الہام ہوا یا کوئی فرشتہ کہہ گیا بیچارے سوائے اسکے کیا جواب دیں کہ ہمارے نزدیک شاہصاحب کا لکھا ہوا پتھر کی لکیر ہے آخر انہوں نے بھی تو کچھ سمجھکر لکھا ہے۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ ہفتم

تمام عبارتِ فارسی کا نتیجہ و خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ ابن سبا نے بزور تقریر ایسا دام تزویر پھیلایا کہ جماعت اسلام کو درہم و برہم کرکے چہار فرقے بنا دئے۔ ایک فرقہ سنیون کا جسکے راس و رئیس شاہصاحب تھے۔ دوسرا تفضیلی جو کہ جناب امیرؑ کو جمیع صحابہ سے افضل جانتا ہے۔ تیسرا امامیہ جو کہ بشانِ خلفا کم بیش کہتا ہے۔ چوتھا نصیری جو حضرت علیؑ کو خدا جانتا ہے شاہصاحب کی تحریرِ حق تصویر دیکھکر مجھکو بڑا تعجب واقع ہوا۔ کہ حضرت ممدوح نے ایک عبداللہ کی ماخوذی میں کسقدر لمبی چوڑی فردجرم تیار کی ہے کہ جلسۂ واحد میں چہار سنگین دفعہ قائم کردین۔ محض اعتقادِ اُلوہیت اسکی حبس دوام کیلئے کافی تھا۔ لہذا ہم تین دفعہ ابتدائی سے اسکو بری کرکے تجویز کرتے ہیں۔ کہ اگر بقول شاہصاحب یہ تمام واقعات بے دلیل و سند صحیح ہیں توسوا نے تعلیم ربوبیت والوہیت اور تمام باتیں عبد اللہ نے بالکل سچی بیان کی ہیں۔ اور درباب مشاجرت و مخاصمتِ باہمی و خلافت و فضیلت و نیابت وغیرہا جو سبق اہلِ لشکر کو پڑھایا محض حق و صواب بجا و درست تھا۔ تمام عالم میں سوائے خوارج و نواصب کے اور کوئی شئی ایسا نہین ہے۔ جو بظاہر عبد اللہ ابن سبا کی تعلیم و تلقین کا اقرار نہ کرے۔ لہذا گروہ نصیری کو اجازت دیجاتی ہے کہ اپنے مرشد نا ہنجار و نابکار کی جانب سے شاہصاحب پر معہ گواہان و پیروکاران اتہام بیجا کا دعویٰ بصیغۂ فوجداری رجوع کریں۔ انشاء اللہ عنقریب جناب شاہصاحب کی عبارت پر خسارت کے فقرات تھوڑے تھوڑے لاتا ہون

وہاں دکھادیا جائیگا کہ حضرت کا بیان کیا وقعت رکھتا ہے۔ مگر اسوقت رُودادِ مثل پر
بنظرِ سرسری معائینہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے ایسے چند معاملات و معتقداتِ
اہلِ اسلام کو بصفتِ الزام عبداللہ ابنِ سبا کی جانب خلاف طور پر منسوب کیا کہ جس سے خود
اُنہین کے ایمان و اسلام پر سخت شبہ پیدا ہوا۔ ہمارے نزدیک جناب شاہ صاحب کا مفرد بیان
بخلافِ قانونِ شہادت قابل پذیرائی نہین۔ ہان جو حضرات جناب ممدوح کی تحریر کو محض
اپنے حُسنِ ظن سے خدا کی زبان اور خود شاہ صاحب کو قطبُ الاقطاب و مہرِ سپہرِ صداقت
جانتے ہین۔ اُن کے لئے یہ داستان عین جزوِ ایمان ہے۔ مگر اہلِ دانش ذرا فکر و غور
کرین کہ جتنی باتوں کی تعلیم سے لشکریانِ حضرت امیرؑ کا گمراہ ہوکر چار قسم کے مینا ردن پر
چڑھ جانا بذمہ عبداللہ مذکور الزاماً بیان کیا گیا ہے۔ اُنمین وہ ملعون سوائے اعتقادِ
الوہیت کس جھوٹی بات کا مرتکب ہوا کہ جو یہ سمجھ لیا جائے کہ محض اسی ایک شخص کی تعلیم
نے ایسا اثر پھیلایا۔ کہ اسلامی طاقت چار حصّون پر منقسم ہوگئی۔ ہماری دانست مین
تو اصل مخرّبِ اسلام وہ شخص ہے کہ جس نے بہتّر فرقون کو جہنّم کی سیدھی راہ پر ڈالدیا
اگر بقولِ واحد شاہ صاحب عبداللہ ابنِ سبا نے چار گروہ بنالئے تو ہمی اسلام مین ایسے
انفاسِ بزرگ بھی گزرے ہیں۔ جنہون نے تہتّر بناڈالے۔ وہ عبداللہ ابنِ سبا سے کئی
نمبر بڑھے ہوئے ہین۔ ناظرین اسوقت بہت خشم آلودہ ہوکر مضطربانہ سطورِ تحتی پر نگاہ
ڈال رہے ہون گے۔ کہ وہ کون شخص ہے جس نے اسلام جیسی پاک زمین میں تخمِ
فساد بوکر بہتّر طرح کے بُودار و بدنما پھول کھلالئے۔ حضراتِ ناظرین مجھکو معاف فرمائین
مین ایسے شخص کا نام ہرگز ظاہر نہ کرونگا جس نے مسلمانوں کی کشتِ اتحاد میں سوچ سمجھکر
تخمِ نفاق ڈالا ہے۔ کیونکہ خوف ہے شاید آپ صاحب جوشِ غضب سے اُس بیچارہ کے ساتھ

کوئی بیجا حرکت کرین۔ گو کہ وہ شخص مجہول یہی قابلیت رکھتا ہے کہ سب خیر خواہان اسلام ملکر کچھ خدمت گذاری کرین مگر پھر بھی خلاف تہذیب ہے۔ انہیں تہتر گروہ میں سے سوائے شیعہ کے بہت سے فرقے اُسکو نبی سے بھی کچھ بڑھا ہوا جانتے ہیں بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مؤلف ہدیۃ الشیعہ آنحضرت کی حیات مین چودہ موقع ایسے پیش آئے کہ بارگاہ خداوندی سے رسالتمآب کی رائے مسترد ہو کر اُسی گمنام کی موافقت رائے سے نزول وحی ہوا۔ مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں خدانخواستہ اُلجھن سے ناظرین کی سانس نہ اٹک جائے۔ لہذا الحکم (الکنایۃ ابلغ من التصریح) اُسکے نام کا کچھ اتا پتا بتا ہی دیتا ہون یہ وہ صاحب ہیں جنہون نے بروز صلح حدیبیہ غایت جوش ایمان وحمیت اسلام سے کہدیا تھا کہ (واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ) یعنی بخدا جیسا کہ مجھکو آج اس شخص یعنی محمد صلعم کی نبوت مین شک ہوا ہے کبھی ایسا شک نہ ہوا تھا جب سے کہ مین مسلمان ہوا ہوں۔ دیکھو کتاب زاد المعاد آیت القیم وتفسیر معالم التنزیل کا صفحہ (۳۲۸) جو کہ کتب معتمدہ سنیہ سے ہیں۔ اِس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از صلح حدیبیہ جو شک کہ حضرت مشکوک کی طبیعت میں مثل خار گریبان خارش پیدا کرتا تھا۔ وہ (مذبذبین بین ذالک) کی حالت رکھتا تھا۔ اور آج کا شک تو ماشاء اللہ ایسا قوی ہو گیا تھا کہ آنحضرت کے سچے نبی ہونے کا واہمہ بھی نہ رہا تھا۔ کیون ناظرین آپ اُسکو سمجھ گئے جسکو مین اسلام کی نیو کا اُکھاڑنیوالا بیان کرتا تھا۔ آمین تو میں شک کرنا حرام جانتا ہون کہ آپ صاحبان کو اُس شخص کے تشخیص میں تامل رہا ہوگا۔ مگر خیر خاطر احباب عزیز ہے۔ لیجئے اور سُنئے یہ تو آپ جانتے ہین کہ حکم وارشاد رسول پاک جو کہ متعلق باصلاح حال عباد ہو۔ عین وحی خدا ہے۔ اور اُس حکم کا رد کرنے والا کافر محض ضرور ہے۔ کہ آپنے یہ بھی کتابوں مین دیکھا

اور علما سے سنا ہوگا کہ وفات سے دو چار روز پہلے آنحضرت نے اپنے ہم نشینوں اور مصاحبوں سے فرمایا کہ دوات وقلم دکاغذ لے آؤ تاکہ میں تمکو ایسی چیز لکھکر دیدوں کہ میرے بعد ہرگز تا ابد گمراہ ہو کر چاہِ ضلالت میں نہ پڑو۔ ناظرین خوش آئین خواہ آپ سنی ہوں یا شیعہ خدارا بلا خیال وجنبۂ مذہب آزادانہ رائے دیجئے کہ اگر اسوقت آپکے نبی جنکو آپ سچا اور برگزیدہ جانتے ہیں ایسا نوشتہ حوالۂ امّت فرما دیتے جو دافع اختلافات ہوتا تو کیسا تھا۔ پس اب خود ہی انصاف فرمایئے کہ جس شخص نے ایسی تحریر کو قید قلم میں نہ آنے دیا بلکہ بجرم اظہار کلمۂ ہدایت نبی کو بیہودہ گو دپریشان بیان کہا۔ وہی تہتّر فرقوں کی بنیاد ڈالنے والا عبداللہ ابن سبا کا پیر بھائی تھا۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے کہ اگر بدنیتی و خودغرضی سے ایسا فعل یعنی منع کتابت واقع ہوا تو بیشک مانع حضور کی قرطاس و خامہ شیطان تھا۔ اِس قصّۂ دوات وقلم میں ایک ہزار سال سے اسوقت تک حمایت وطرفداری شخص مجہول جسقدر رکیک توجیہات حضراتِ اہلسنت نے فرمائے ہیں سب کو حقیر وذلیل نے اپنی بعض تالیفات میں بوجوہات دلنشین ومقبول طبیعت حل کر دیا ہے انشاءاللہ بعد طبع حضرات اہلِ انصاف اُسکے ملاحظہ سے لطف اٹھائیں گے۔ اب بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اور صاف وروشن نشان بتاؤں یہ وہ شخص ہے کہ جس نے بروز جنگِ خندق تمام لشکرِ اسلام کو عمر ابن عبدود کی قوت وصولت ظاہر کر کے بیحواس بنا دیا تھا۔ آنحضرت سے کہدیا کہ آپ ناحق مسلمانوں کو تہ تیغ کرا رہے ہیں۔ میں اس پہلوان کو خوب جانتا ہوں یہ اپنے زمانہ کا رستم ثانی ہے۔ نہ خود لڑے نہ کسی کو لڑنے دیا بلکہ لڑنیوالوں کی جان کو شوکت خصم کی ظاہر کرنے سے فنا کر دیا۔ آخر جناب امیر شاہ قلعہ گیر نے اسکو جہنم واصل کیا۔ یہی حضرت جنکا نام ظاہر کرنا خلاف مصلحت جانتا ہوں غزوۂ احد سے ایسے

بھواس ہوکر سر و پا برہنہ بھاگے تھے کہ بقولِ خود پہاڑی بکری کی طرح پہاڑ کی چوٹیوں پر
کودتے اُچھلتے ہوئے پھرتے تھے۔ خیبر میں دو روز تک علم اُٹھائے پھرے۔ مگر خاک نہوا
بفضلِ خدا وہ میدان بھی شاہِ مرداں ہی کے ہاتھ رہا۔ قصہ کوتاہ جتنی باتوں کی تعلیم سے
عبد اللہ ابن سبا ملزم ٹھہرایا گیا ہے وہ سب معاملات بجز تعلیم الوہیت حضرات اہلسنت سلف
سے اسوقت تک مذیل توصیفاتِ حضرت امیرؑ لکھتے چلے آئے ہیں بقول شاہصاحب عبداللہ
مذکور نے ایسی چند باتیں بیان کی تھیں کہ بوجہ علانیہ و آشکارا ہونے کے مشاہدہ
میں آسکتی ہیں مثلِ شجاعت و سخاوت و زہد و تقویٰ و بلاغت عبارت و فصاحتِ الفاظ
و خوارقِ عادات و احیائے اموات وغیرہا جبکہ ابنِ سبا نے حضرت امیرؑ کے اہل
لشکر میں یہ دامِ مکر و فریب پھیلایا۔ کہ بھائیو دیکھو حضرت علیؑ ایسے فضائلِ جلیلہ رکھتے
ہیں۔ تو سامعین اُن آنکھوں دیکھی ہوئی باتوں کی ماہیت و حقیقت بیان کرنے سے
ایسے پاچہ دست ہوئے کہ متحیرانہ ادھر ادھر دیوانہ وار دیکھنے لگے۔ اُنکا عجز و سکوت و
تحیر و اضطراب معائنہ کر کے عبد اللہ ابنِ سبا مردود کو یہ موقع ملا کہ بفحوائے قولِ خودش
از ہیچ میدانید کہ ایں ہمہ از کجاست و سِرّ ایں امر چیست؟ علیؑ کے خدا سمجھنے پر اُس گروہ
کو مغالطہ دیا۔ پس عاقل بصیر و منصفِ خبیر کو عقل و ایمان سے کام لینا چاہئے کہ جو شخص
ایسی صفاتِ عالیہ کا حامل ہوکر تفرد تام رکھتا ہو کہ جنکو ایک جماعت اہلِ اسلام روزانہ
معائنہ و مشاہدہ کر کے اُسکے دقائق و غوامض کے سمجھنے سے معترف بعجز و قصور ہوکر
خدا سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔ اور سوائے اقرار الوہیت ایک حرف نہ کہہ سکے۔ تو اُسکے
افضل الصحابہ یا افضل الناس ہونے میں کیا استبعاد لازم آتا ہے۔ بہر حال افضل و
اعلےٰ اُسکو کہتے ہیں کہ اپنے معاصرین سے جمیع صفات و کمالات میں بمرتبہ فائق ہو

کہ کوئی شخص مِن وجہ بھی دعوئی ہمسری نکر سکے۔ بعد قتل و شہادتِ جناب عثمان جبکہ
عبد اللہ ابن سبا نے بقول شاہ عبد العزیز صاحب خلائق کو باظہارِ فضائل مرتضوی گمراہ کیا
اُسوقت صحابۂ رسولِ مقبول و شرکاء جنگِ بدر و بیعتِ رضوان سے لشکرِ حضرت امیرؑ مین
صد ہا سے بھی تعداد متجاوز تھی۔ اور وہ جملہ حضرات از ابتداء اسلام تا روزِ تعلیم پُر مکر و
فساد اور پہلے خلیفوں کے رنگ ڈھنگ دیکھے ہوئے تھے۔ اُنکو اُس مدرسۂ تعلیم میں اگلا
پچھلا آموختہ یاد کرتے ہوئے عبد اللہ مذکور سے یہ بات عرض کرنیکا بہت اچھا موقعہ حاصل تھا
کہ اے حضرت آپ ہمکو یہ پیش پا افتادہ مضمون کیوں یاد دلاتے ہیں۔ ہم تین خلفاء
نامدار کو اُن تمامی اوصاف میں کامل العیار دیکھ چکے ہیں۔ مبادا کسی بہانہ جو کو یہ
کہنے کی گنجائش نکل آئے۔ کہ عبد اللہ مذکور سوائے پرانے مسلمانون کے نئی بھرتی کے جوانونکو
تخلیہ مین یہ قواعد سکھایا کرتا تھا۔ اُنکو متنبہ کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی طبع زاد تقریر
میں عبد اللہ کے دامِ فریب کو کسی خاص جماعت پر محصور نہیں کیا۔ بلکہ تمام لشکریان
حضرت امیرؑ کو لپیٹ لیا ہے۔ پس صحابۂ ذیشان و مردمانِ تازہ ایمان میں کوئی حدِ فاصل
یا سدِ محکم نہ تھی کہ اِدھر کی آواز اُدھر نہ جائے۔ آخر تھوڑا اثر اُس مردود کی تقریر
پر تزویر کا سب پر ہوا۔ دیکھو شاہ صاحب کی تحریر کا یہ فقرہ (پس لشکریانِ حضرت امیرؑ
بسبب تبع و قبول وسوسۂ این شیطان لعین چہار فرقہ شدند) چہار فرقہ اُسی وقت ہوئے
جبکہ سب نے کان دھر کر اُسکی تقریر کو سُنا۔ یہ بھی محفوظ طبیعت فرمالینا چاہئے کہ لشکریانِ
حضرت امیر دو قسم کے آدمی تھے۔ اِک صحابہ جنکو عادل کہا جاتا ہے دوسرے تابعین جنکو
اصحابِ آنحضرت سے اتباع تھا۔ پس اصحابِ عدول پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اُنھوں نے
اپنے تابعین کو ایک صیاد پُر فریب کے دامِ مکر میں پھنستے ہوئے دیکھا اور چوں نہ کی۔ اُن پر

محمد علی

واجب تھا کہ خود بھی ابنِ سبا کی باتوں کا جواب دنداں شکن دیتے اور نیز اوروں کو بھی سمجھاتے کہ یہ مردودِ ازلی بکتا ہے جھک مارتا ہے۔ تم اس کے دھوکہ میں نہ آؤ۔ نہ علیؑ میں شجاعت ہے نہ زہد و اتقا نہ مُردوں کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ نہ فصاحت و بلاغت میں وحید ہیں۔ پس عبد اللہ ابن سبا کے دلائلِ لاجواب کے مقابلہ میں اُس زمانہ کے حضرات کا سکوت کرکے ایسا متحیر و متعجب ہو جانا کہ بندہ سے خدا سمجھنے پر معذور ہو گئے۔ صاف دلالت کرتا ہے کہ افرادِ صحابہ میں سے اُن لوگوں نے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پایا تھا کہ احیائے اموات و دیگر کمالاتِ علمیہ پر قدرت رکھتا ہو۔ اندریں صورت ایسے عالم کامل و زاہد و متقی و فصیح و بلیغ و شجاع و دلاور کو افضل العباد نہ سمجھنا بڑی نامردی و جہالت ہے رہا یہ امر کہ جو لوگ جنابِ مرتضوی کو حضرات شیخین پر فضیلت دیتے تھے۔ اُن کی نسبت حضرت امیرؑ کا یہ ارشاد فرمانا کہ حدِ شرعی جاری کرکے ہشتاد ضرب چابک لگائے جائیں گے یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا کہ معاذ اللہ حضرت امیرؑ بد انستِ خود اپنی ذاتِ خجستہ صفات کو شیخین سے کمتر جانتے تھے۔ اصلیت یہ ہے کہ کلام الامیر امیر الکلام۔ ائمہ علیہ السلام کے ارشاد ہدایت بنیاد سے وہی شخص استفادہ اُٹھا سکتا ہے۔ جسکو عقل و تمیز سے بہرہ وافی حاصل ہو حقیقت واقعی یہ ہے۔ کہ بعد وفاتِ رسالتمآب علیہ الصلواۃ والسلام حضرت امیرؑ تمام بنی نوعِ انسان کے حاکم و پیشوا و امام و مقتدا ہیں۔ وہ جنابِ ثلاثہ کے مقابلہ میں اپنا افضل و برتر ہونا عین کسرِ شان و نقص مرتبت خیال فرماتے تھے۔ دیکھو جبکہ امیر شام نے باشندۂ شقاوت و بغاوت حضرت امیرؑ کے مقابلہ میں ہنگامہ پردازی کی تو آپنے بعض خطبات میں تاسف ظاہر فرمایا ہے۔ کہ مجھکو نہایت ننگ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ میرا مدِ مقابل شمار کیا جاوے۔ یہی صورت آپ کی بمقابلہ شیخین ہے۔ کلیہ قاعدہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں

بہرحال کوئی نہ کوئی علامتِ تناسب ہوتی ہے اگر بجائے احیائے اموات خلفاء کسی مریض صعب العلاج کی صحت پر قادر ہوتے ۔ یا کہ بمقابلہ شجاعت کبھی کسی جنگ مین کوئی کارنمایاں کیا ہوتا یا اپنے دستِ مبارک سے کبھی کسی ٹوٹے لنگڑے گرے پڑے بھاگتے ہوئے کے کوئی چرکا لگایا ہوتا ۔ یا آنکہ خود ہی پشت بمیدان نہوئے ہوتے توشاید کوئی مرتبہ قرین مساوات و مشابہت پایا جاتا ۔ یہان تو درجۂ کمالات پر بالکل صفر لگا ہوا ہے ۔ علم کی یہ کیفیت کہ عورت پردہ نشین سے مجوب ہوکر اکل الناس افقہ من عمر حتیٰ المخدرات فی الحجال) غایت عدالت کیشی سے فرمایا کرتے تھے ۔ نفاذِ احکام وحدودِ الٰہی میں ٹھوکرین کھاکر حضرت علیؑ کی جانب رجوع کر کے لَوْلَا عَلِیًّا لَہَلَکَ عُمَرَ ۔ کہتے تھے ۔ لڑائی مین ماشاء اللہ وہ ثابت قدمی تھی کہ بروز اُحد خوفِ کفّار سے فرار کر کے بقول خود حضرت عمر جیسے نامی بہادر مثل بُز کوہی پہاڑ کی چوٹیوں پر اوچک اوچک کر جان بچاتے تھے ۔ جواباتِ حاضرہ کی یہ کیفیت تھی کہ سفیرِ روم کے سامنے آنحضرت کی نبوت کے دلائل بیان کرنے سے عاجز ہوکر شوخ چشمی و لاٹھی سونٹے پر آمادہ ہو گئے ۔ فصاحتِ عبارت و بلاغتِ کلام کی تو ماشاء اللہ کوئی حد ہی نہ تھی آجتک کسی محدّث نے کوئی ٹوٹا پھوٹا لکڑا بھی حدیث کا حضرات سے نقل نہین کیا ۔ قوّتِ حافظہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ مرمر کے ہزار مشکلوں سے سورۂ بقر یاد کی ۔ پس ایسے شخصوں کے مقابلہ میں باب مدینۃ العلوم و جامع کمالات کو فضیلت دینا سراسر توہین ہے ۔ دیکھو اگر کہا جائے کہ شیطان سے جبرئیل علیہ السلام اور ابوجہل وغیرہ سے آنحضرت اور فرعون سے موسیٰ اور دجال سے مہدی موعود عجل اللہ فرجہم دجال سے افضل ہین ۔ تو اس فضیلت مین اُن بزرگواران کی کیسی توہین و تنقیصِ منزلت ہے ۔ جناب ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت امیر

کا افضل ہونا اُن دونو بزرگواروں کے لئے بڑے فخر کا سبب ہے۔ اگر حضرت امیر محض شیخین کے مقابلہ میں فضیلت رکھتے ہیں تو وہ ہر دو بزرگوار بالضرور مفضول مانے جا سکتے ہیں۔ چونکہ جناب ولایت مآب ہر خلفا اثنا عشر کو بحکم مسلم و بخاری کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے تھے لہذا اُن کے مقابلہ میں اپنا افضل مشہور ہونا مکروہ سمجھکر معتقدانِ افضلیت کو حدّ شرعی لگانے سے ڈراتے تھے۔ زید ایک سچے آدمی کو عمرو پر کہ جھوٹ بولنے اور فریب و دغا دینے میں شہرۂ آفاق ہے کبھی فضیلت نہ دیگا بلکہ زید کو بصلہ راست کلامی ایسے ہی شخص پر تفوق دیا جائیگا جو کہ بمقابلۂ زید مذکور سچ بولنے میں دوسرا نمبر رکھتا ہو۔ فقط +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویرِ غالب و مغلوب

سلسلۂ ہشتم

جناب شاہصاحب نے فردِ جرم میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ پس لشکریانِ حضرت امیر بسبب دو قبولِ وسوسۂ ایں شیطان چہار فرقہ شدند۔ ہر فرقہ پر حضرتِ ممدوح نے بہ تجویزِ خود اس طرح نمبر ڈالے ہیں۔ پہلا فرقہ اہلسنّت کا جسکو جناب شاہصاحب نے شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین ظاہر فرماکر پیشینانِ اہلسنّت قرار دیا ہے یہ وہ فرقہ تھا جس نے بقولِ شاہ صاحب باوصفِ وقوعِ مشاجرات ومقاتلات وارتکاب سبّ و شتم دشمنانِ حضرتِ امیرؑ کو اپنا امام و پیشوا و ہادی و رہنما گردانا۔ اور بعدہ انکی طرفداری میں کوشش فرما اور عرق ریز ہوئے۔ کہ معاندینِ خاندانِ نبوت کے ہر فعلِ بد کے جوشِ محبّت وحسن ظن سے تاویل و اصلاح فرمائی۔ چنانچہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اس بات کو تسلیم کرلیا ہے۔ کہ صحابہ جوشِ عداوت وطمع ملک وریاست سے حدِ ظلم وفسق پر پہنچ گئے تھے۔ اور بعض نے خانوادۂ رسالت پر وہ تعدّی کی کہ یادگارِ عالم رہے گی۔ مگر علمائے حسن ظن سے واقعاتِ گزشتہ وکردارِ صحابہ سے قطع نظر کرکے ان کے افعال میں باین خیال محامل پیدا کئے ہیں کہ اکابرِ اسلام خصوصًا مہاجر وانصار سے لوگوں کی طبائع منحرف نہ ہو جائیں حقیقت میں حضرات اہلسنّت نے معاندین و مبغضین اہلبیت کی طرفداری میں پوری ایمانداری دکھلائی۔ بموجب اس حدیث مشہور و مسلّمۂ فریقین کے کہ بعد آنحضرتؐ بارہ بزرگوار گروہ قریش سے استراحت فرمائے وسادہ شریعت ہونگے۔ یزید و مروان تک کو

خلیفہ رسول مقبول فرمالیا چنانچہ عالیجناب کلّو خان رئیس موضع ہرپال ضلع سہارنپور نے جو کہ ابھی قوم افغانان ککّڑ زئی سے مذہب شیعہ میں بہ تحقیق و تنقید خود داخل ہوئے ہیں۔ حضرت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے دریافت کیا کہ اُن خلفاء دوازدہ گانہ کے اسمائے گرامی تحریر فرمائیے۔ جنکی خبر آنحضرت دیگئے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے ساتویں درجہ پر یزید کو لکھا۔ اور آگے مروان اور اُسکی اولاد و بعض بنی عباس کو خانصاحب کا عقیدہ تو پہلے ہی راسخ ہو چکا تھا حضرت گنگوہی کا فتویٰ دیکھکر اور بھی کان کھڑے ہوئے۔ خانصاحب موصوف نے اپنی قوم کے اکثر پٹھانوں کو وہ تحریر دکھا کر کہا کہ دیکھو بھائی جس مذہب کی یہ حالت ہو کہ یزید جیسا نابکار و ناہنجار خلیفہ رسول مانا جاوے اسکا بالآخر کیا انجام ہوگا۔ بہت آدمی متزلزل اور مذہب سنّت سے غیر معتقد ہوگئے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس اثنا عشر والی حدیث نے اہلسنت کو بہت ضیق و پیچ و تاب دکھایا ہے۔ غریبوں کو اس جگہہ سخت مشکل دروپکار ہوئی اگر بارہ خلفا کو حسب مفاد حدیث موصوف تسلیم کرکے خاندان نبوت کے بارہ اموں سے پیوستگی اختیار کرتے ہیں تو وہ تینوں خلفاء ہاتھ سے چھوٹے جاتے ہیں۔ اور اگر اُن تینوں کو اپنا سرتاج بناتے ہیں تو آلِ احمد کا دامنِ رحمت چھوڑکر یزید و مروان وغیرہ کا دامن پکڑنا پڑتا ہی لہذا انہوں نے بپاس حفظ ثلاثہ یزید کو ساتوان امام مان لینے میں کوئی نقص و عیب نہ سمجھا۔ اس موقع پر مجھکو یہ اندیشہ ہوا کہ یزید کے خلیفہ بیان فرمانے سے عجب نہیں کہ زمانۂ حال کے اہلسنّت کو جناب مولوی رشید احمد صاحب قطب الاقطاب گنگوہ سے بدظنی ہو کر منجر بہ سوئے عقیدت ہوجائے۔ لہذا اُن کے اطمینانِ خاطر کیلئے گزارش کیا جاتا ہے کہ اس بات میں کچھ حضرت گنگوہی ہی منفرد نہیں۔ بلکہ بناء مذہبِ اہلسنّت اسی پاکیزہ حیثیت سے قائم ہوئی ہے۔ مختصراً علمائے اہلسنّت کی چند شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ شرح فقہ اکبر کے

صفحہ (۴۸) پر لکھا ہے (وکان الامر کما قال النبی فالاثنیٰ عشر ہم الخلفاء الراشدون الاربعۃ

ومعاویۃ وابنہ یزید وعبدالملک بن مروان واولادہ الاربعۃ لیے یزید وسلیمان

وہشام وولید ومنہم عمر بن عبدالعزیز) ملّا علی قاری صاحب صاحب شرح فقہ اکبر لکھتے ہیں

کہ آنحضرت نے جو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ متمکن سریرِ سلطنتِ اسلام

ہونگے۔ اُنکے اسمائے گرامی کی تفصیل یہ ہے۔ اوّل ابوبکر دوم حضرت عمر سوم حضرت عثمان

چہارم حضرت علیؑ پنجم حضرت معاویہ ششم یزید پسر معاویہ۔ ہفتم عبدالملک بن مروان

ہشتم یزید پسر مروان نہم سلیمان دہم ہشام یازدہم ولید دوازدہم عمر بن عبدالعزیز۔

اسی مضمون کو امام ابوالفتح عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل ونحل کے صفحہ ۸ پر باین

عنوان ادا فرمایا ہے۔ (ومن قال باتفاق والاختیار فقال بامامۃ معاویۃ واولادہ وبعد

ہم بخلافۃ مروان واولادہ) یعنی اہلِ سلام نے بحالتِ اختیار بلاجبر واکراہ معاویہ

ویزید کا امام برحق ولازم الاطاعت ہونا معہ مروان اور اسکی اولاد کثیر التعداد کے تسلیم

کرلیا تھا حقیر عرض کرتا ہے کہ اسی وجہ سے اہلسنّت کے علماء آجتک لوگوں کو بہکائے چلے

جاتے ہیں کہ یزید وامام حسینؑ دو شاہزادہ تھے۔ اگر آپسمیں لڑبھڑ کر ایک دوسرے پر

غالب ہوگیا۔ تو کیا مضائقہ اس فرقہ کے عقیدہ میں امام حسینؑ بمقابلہ یزید خاطی وباغی

تھے بلکہ امیر یزید کی فرمانبرداری اسی طرح واجب تھی جیساکہ امام لازم الاطاعت کا اتباع

رعایا پر لازم ہوتا ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی کے صفحہ (۱۰۲) پر ابوشکور سلمی نے لکھا ہے۔

فامایزید بن معاویۃ قال بعض الناس خلافتہ کانت باستخلاف معاویہ وبتبعۃ المسلمون

من الصحابۃ وغیرہم فمن طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسینؑ وجمیع المسلمین

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہرگاہ خلافت یزید کو اصحابِ رسول نے مان لیا تو کل اہل اسلام اور

حسینؑ ابن علیؑ پر اسکی اطاعت واجب ہوگئی۔ سوائے ازیں ملل نحل میں شہرستانی نے صفحہ (۹۰) پر لکھا ہے (فمن ان الامامۃ تثبت بالاتفاق والاختیار قال بامامۃ کل من اتفقت علیہا الامۃ او جماعۃ معتبرۃ من الامۃ اما مطلقا واما بشرط ان یکون قرشیا علی مذہب قوم فقال بامامۃ معاویۃ واولادہ وبعدہم بخلافۃ مروان واولادہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقررِ امام موقوف باتفاق واختیار ہے۔ اور ہر شخص امام ہو سکتا ہے جبکہ اجماع اہل اسلام ہو جاوے۔ اور اسی اجماع واتفاق کی وجہ سے معاویہ ویزید ومروان اور اسکی اولاد کی خلافت تسلیم کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے کہ بعض اہلسنت بجرم قتل جناب سید الشہدا اپنے خلیفہ زادہ کو مجرم قرار نہیں دیتے۔ بلکہ حادثۂ کربلا کو تقدیرات الٰہی پر محمول کر کے اپنے پیارے مخدوم زادہ کو سنانِ طعن و تازیانۂ لعن سے بچاتے ہیں۔ اور اسکو مثل اپنے مومن جانتے ہیں۔ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔ (ولا یجوز لعن یزید ولا تکفیرہ فانہ من جملۃ المومنین وامرہ مشیتہ اللہ تعالیٰ) غضب تو یہ ہے کہ بعض حضرات نے تو مقدمۂ کربلا کو باوصف ایسے تواتر وشہرت کے جسکے نہ جاننے والوں میں دنیا کا ایک آدمی بھی نشان نہیں دیا جا سکتا خفیف واردات سمجھکر ایسا مبہم و بے وجود قرار دیا ہے کہ مجرم ہی کو گم کر دیا۔ ملا علی قاری صاحب نے شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۸۰ پر ایک بڑی طولانی عبارت لکھی ہے۔ جسکا خلاصہ اردو میں یہ ہے کہ جرمِ قتل حسینؑ یزید کی نسبت باین وجہ ثابت نہیں ہوا کہ اسوقت تک کوئی پتہ نہیں چلا کہ اسکی جانب سے حکم شہادت نفاذ پذیر ہوا۔ اندریں صورت بغیر تحقیق کسی مردِ مسلمان کو منسوب بہ گناہِ کبیرہ کر کے کافر و ملعون قرار دیدینا خلافِ دابِ شریعت ہے۔ پھر ملا علی قاری صاحب لکھتے ہیں کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسی خیال سے کہ کوئی حکمِ قتل صاف طور پر یزید کی طرف سے ثابت

نہین ہوا ہے اُسکو قطعی برمی کر کے مومن تسلیم کرلیا ہے۔ خیر ہمکو اس سے بحث نہین حسب
مفاد آیہ کریمہ الکم دینکم ولے دین **مصرع** حشر غلامانِ عمر با عمر حشر غلامانِ علیؑ با علیؑ +
چونکہ بحکم قرآن ہر گروہ بروز قیامت اپنے امام و پیشوائے ملت کے ساتھ بلایا جائیگا لھذا جو
لوگ باتباعِ حکم قرآن و حدیثِ نبوی بارہ اماموں کو جوکہ بنی فاطمہؑ ہیں اپنا ہادی اور رہنما و
حاملِ شریعت جانتے ہیں وہ اُنکے سایۂ عاطفت میں زیرِ لوائے الحمد ہوکر بقول سعدی ع
من و دست و دامانِ آلِ رسول + آلِ طٰہٰ و یٰسین و ذریتِ ختم المرسلین کا دامنِ عیب
پوش سنبھالے ہوئے ہوں گے اور جو حضرات یزید و مروان کو حقدار مسندِ شریعت سمجھتے
ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے اُنکا دامن پکڑے ہوئے ہذا امامنا کہتے ہوئے سیر فرمائے عرصۂ محشر
ہوں گے۔ شاہصاحب نے جو عبداللہ ابنِ سبا کی تقریر سے مسلمانوں کا چار فرقہ پر متفرق
ہوکر پہلا فرقہ اہلسنت کا تجویز فرمایا ہے کہ جس نے باوصف وقوع مخالفت سب صحابہ کو عادل
سمجھا۔ اور عبداللہ مذکور کی تقریرِ مکر آمیز سے متاثر ہوکر کسی صحابہ کی نسبت بدظن نہوئے
اسپر مجھکو یہ سوچنے کا موقع مل رہا ہے کہ کوئی گروہ حضرت امیرؑ کے عہد میں مسمی اہلسنت
والجماعت نہ تھا۔ بلکہ حسب تصریح علامہ سیوطی صاحب تاریخ الخلفا جبکہ سنہ ۴۱ھ ہجری میں معاویہ
نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے حکومتِ ظاہری نکالی۔ اُس سال کا نام سنت رکھا
گیا اور اُس سے بتیس اونیس برس بعد سنہ ۶۰ھ میں جب اہلسنت کے خلیفہ ہفتم یزید نے نبی
کا گھر بے چراغ کیا۔ اسپر لفظ جماعت مستزاد ہوکر ایک پورا جملہ اہلسنت والجماعت درج گزٹ
ہوگیا جوکہ آج تک باتباعِ معاویہ و یزید حدیث فاتر اسلام ہے۔ دیکھو صواعقِ محرقہ۔ ذرا صاحب
تحفہ کی چالاکی و پیش بندی بھی قابلِ نظیر ہے۔ آپ فرما چکے ہیں کہ عبداللہ ابنِ سبا کی گفتگو
سے پریشان ہوکر جو حضرت امیر کا لشکر چار فرقہ پر تقسیم ہوا۔ اُسمین پہلے فرقہ کے آدمی

شیعۂ اولیٰ وشیعۂ مخلصین متقدمین اہلسنت تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ کے زمانہ میں کوئی گروہ موسوم بہ طائفہ سنیّہ نہ تھا۔ بلکہ جو حضرات اسوقت تابعانِ حضرت امیرؑ سے تھے۔ وہ شیعہ کہے جاتے تھے۔ چونکہ حسب اعتراف واقرارِ شاہصاحب پیشیان اہلسنت شیعہ تھے لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ متاخرین نے مذہب متقدمین کو چھوڑکر سنت والجماعت ہونا کیوں پسند کیا۔ تقریر شاہ صاحب سے ظاہر وہویدا ہے کہ یہ گروہ شیعہ سے سنی ہوا ہے ہرچند کہ بعبارتِ روشن ومضامینِ ذہن پسند یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچادی گئی ہے کہ مذہب اہلسنت کو قدامت نہیں اور معاویہ ویزید کے زمانہ میں یہ گروہ وجود پذیر ہوکر شیعہ سے سنی ہوا ہے اور بوجہ جدید ہونے کے کسی سنی کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ وہ بمقابلہ شیعہ گردن بلند کرکے اپنے قدیم ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ مگر بہ نظر اطمینانِ ناظرین ونشاط خاطر مومنین صاحب تحفہ کا ایک اور اقرار دکھاتا ہوں جسمیں انھوں نے بالفاظِ صاف وصریح اعتراف کیا ہی کہ اہلسنت واہل تفضیل پہلے بہ لقبِ شیعہ پکارے جاتے تھے۔ مگر جبکہ غلات وروافض وزیدیہ واسمعٰیلیہ نے اپنے واسطے لقبِ شیعہ تجویز کیا تو اہلِ سنت نے باین خیال کہ کہیں ہم بھی ان کے ساتھ بوجہ اتحاد لقب نہ مارے جائیں تشیّع سے دست کش ہوکر مذہب اہلسنت والجماعت اختیار کرلیا۔ صاحب تحفہ کی عبارت بعینہٖ نقل کیجاتی ہے (باید دانست کہ شیعہ اولیٰ کہ فرقۂ سنیہ وتفضیلیہ اند در زمانِ سابق بہ شیعہ ملقب بودند وچوں غلاۃ وروافض وزیدیان و اسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند ومصدر قبائح وشرور اعتقادی وعملی گردیدند خوفاً عن التباس الحق بالباطل فرقۂ سنیہ وتفضیلیہ این لقب را بہ خود نہ پسندیدند وخود را با اہل سنت وجماعت ملقب کردند) یہی بات رشید الدین خانصاحب نے جو کہ شاہصاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ بجواب بعض مقامات سیف ناصری مولفہ جناب مفتی محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ مولف تشئید المطاعن

وتقلیب المکائد وغیرہا ظاہر فرمائی ہی کہ مائیم شیعۂ اولی واحادیث کہ در فضلِ شیعہ وارد اند مورد آں ماہستیم نہ روافض وہرگاہ کہ روافض این نام را بکذب و زور بر خود بر بستند و در ایشان مشہور شد ما اطلاقِ آنرا بر خود مکروہ داشتیم۔ اسی طرح ابن حجر مکیؒ نے صواعق محرقہ میں آیۂ مبارکہ ارض اللہ واسعۃ کی بحث میں دعوئ تشیع باین الفاظ کیا ہے او شیعۃ اہل البیت ہم اہلسنت لانہم الذین احبوہم کما امر اللہ ورسول واما غیرہم فاعدائہم فی الحقیقۃ یعنی دراصل شیعۂ اہلبیت اہلسنّت ہین۔ کیونکہ وہ اُن کی محبت اِس طریقہ سے دل میں رکھتے ہیں جیساکہ خدا ورسول نے حکم دیا ہے اور جو لوگ سوائے اہلسنت کے دعوئ ولائے اہلبیت کرتے ہیں وہ اُنکے دوست نہیں بلکہ حقیقت میں دشمن ہیں۔ اقرار شاہصاحب و رشید الدین و ابن حجر وغیرہ سے چند باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ قبل از حدوث فرقۂ زیدیہ و اسماعیلیہ مسلمانوں میں سوائے شیعہ کے اور کوئی مذہب نہ تھا۔ دوم یہ کہ شیعہ کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سوم یہ کہ بخیالِ امتیاز حق و باطل زیدیہ و اسماعیلیہ سے الگ ہو کر حضراتِ اہلسنت نے مذہب سنت والجماعت اختیار کیا ناظرین تمام مذاہبِ دنیا میں سے یہی پہلا مذہب ہے جس نے بخوفِ اشتراک والتباس مذہبِ قدیم پر فاتحہ پڑھ کے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہی۔ واقع میں غربت و نرم مزاجی اہلسنت پر ختم ہو گئی ہے۔ اگر خدا نخواستہ زیدیہ و اسماعیلیہ نے اسوقت دعوے سنیت پیش کر دیا تو نہ معلوم احترازاً عن التباس الحق بالباطل حضرات اہلسنت بستر اٹھا کر کس سرائے میں مسکن گزین ہوں گے۔ ہمنے آجتک نہیں سنا کہ کسی قدیم باشندے نے غیر شخص کے خوف سے اپنے مکان کو اسطرح چھوڑ دیا ہو جیسے اہلسنّت نے ایک پاکیزہ و ممدوح مذہب کو چھوڑا ہے فرقۂ اسماعیلیہ بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے وجود پذیر ہوا تھا شاہصاحب وغیرہ کے بیان سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ اسماعیلیہ وغیرہ کے خوف سے اہلسنت نے تشیع کو ترک کیا ہی پس اس

مرتبہ سے امام ابو حنیفہ کا (جو کہ ہمعصر بلکہ بقول اہلسنت شاگردِ صادق آلِ محمد ہے) شیعہ ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ فرقۂ اسماعیلیہ سے پہلے جتنے مسلمان تھے وہ سب شیعہ ہی تھے۔ نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ اہلسنّت کا ایسا جلیل القدر امام جسکو بلفظِ اعظم بولا جاتا ہے شیعہ تھا اور جبکہ وہ شیعہ تھے تو ضرور ہے کہ وہ خاص الفاظ بھی کہتے ہوں گے جو کہ مصطلحات شیعہ میں داخل ہیں۔ آج اگر کسی سنّی سے کہا جائے کہ آپکے بزرگوار شیعہ تھے۔ تم سنّی کیوں ہو یقین تو یہ ہے کہ شیعہ کے لفظ سُنتے ہی جوشِ غیرت سے خودکشی کرلے۔ میں ناظرین کو یہ بات دکھانا چاہتا ہوں کہ اہلسنّت (برعکس نہند نام زنگی کافور) تشیّع کے مدّعی کیوں ہو رہے ہیں اسکی اصلیّت یہ ہے کہ مذہب شیعہ قدیم ہے اور سنیّت جدید اور اہل تشیّع کے فضائل میں چند احادیث صحیح مبشّر بہ نجات و مغفرت وارد ہو چکی ہیں اس لئے وہ ادّعا تشیّع کرتے ہیں چنانچہ زمانۂ حال کے ایک متعصّب عالم اہلسنّت نے جنکو جہانگیر خاں شکوہ آبادی کہتے ہیں اور جو کہ حسب فتاویٰ علمائے سنّیہ مثبتہ مظہر معیار الہدیٰ بجرم اہانت حضرت امیرؑ کافر بے داغ قرار پا چکے ہیں بموافقت شاہصاحب اظہار الہدیٰ کے صفحہ (۱۰۱) پر قبول کرلیا ہے کہ گروہِ شیعہ حضرت امیرؑ کے زمانہ میں وجود پذیر ہو چکا تھا۔ مگر اہلسنّت کے لئے انہوں نے کوئی قدیم زمانہ نہیں بتایا جس سے سمجھا جاتا کہ یہ حضرات بھی کسی پرانے خاندان سے تعلق وپیوستگی رکھتے ہیں مسلمانوں میں ہرچند کہ بہتّر فرقے ہیں مگر تمام فرقوں میں شیعہ ہی ایسا گروہ ہے جسکے ناجی ہونے کی خبریں بواسطہ حضرت مخبرِ صادق اُمّت کے کانوں تک پہنچکر درج کتب ہو چکی ہیں اور وہ ہی خبریں اہلسنّت کو کشاکشی دکھاکر اس طرف توجّہ دلانے والی ہوئی ہیں کہ مقدمان و پیشینانِ مذہب خود کو شاہصاحب نے شیعیانِ علیؑ میں معدود فرماکر عبداللہ ابنِ سبا کی تعلیم کے غیر مؤثر ہونے کا فخر ظاہر کیا ہے بلغت میں شیعہ گروہ۔ رفیق۔ مددگار۔

مطیع - فرمانبردار کو کہتے ہیں - اور اصطلاح اہلِ اسلام میں اُسکو کہتے ہیں جو حضرت امیرؑ کو خلیفۂ بلافصل و امام واجب الاتباع بحکم خدا و رسول جانتا ہو - صاحب شرح مواقف نے صفحہ (۱۴۲) پر ظاہر کیا ہے کہ (الشیعۃ ای الذی شایعو علیا بعد رسول اللہ بالنفس اما جلیا و اما خفیا واعتقدوان الامامۃ لاتخرج عنہ وعن اولادہ وان خرجت فامابہ ظللھم یکون من غیرھم و اما تبقیۃ منہ او من اولادہ) یعنی جو گروہ کہ اِس بات کا قائل ہوا ہے کہ سزاوارِ امامت بجز علیؑ از روئے نص خدا اور رسول اور کوئی نہ تھا - وہی شیعہ ہے - شاہصاحب نے جو اپنے بڑے بوڑھوں کو بسبب ردّ و قبول تقریر ابن سبا شیعۂ اولیٰ و شیعۂ مخلصین قرار دیا ہے - غالباً وہ ایسے ہی شیعہ ہوں گے جنکی تعریف حسب شرح مواقف اوپر بیان کی گئی ہے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ بزرگوار کچھ خاص قسم کے الفاظ اُن حضرات کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرتے ہونگے جنہوں نے علیؑ اور اولادِ علیؑ سے درباب امامت نزاع کیا - یا یہ کہ اُنکو امام منصوص نہ سمجھا - بحمد اللہ حسب اقرار متقدمین و متاخرین ملّت سنیہ یہ بات بوجوہ کما ینبغی ثابت و متحقق ہو گئی کہ حضرت امیرؑ کے زمانہ میں پرانی وضع کے شرفا اہلسنّت شیعہ مخلص و مومن پاک عقیدت تھے - مگر بعد میں بزمانہ معاویہ و یزید سلطنت کے دباؤ سے قوتِ استحالہ پیدا کر کے شیعہ سے سُنّی بنگئے - اِس زمانہ کے اہلسنّت عجب تذبذب میں ہیں جسوقت معادِ آخرت پر نظر کر کے متمنی نجات و آمرزش ہوتے ہیں شیعہ بننے کو دل چاہتا ہے - کیونکہ امام مناوے کنز الحقائق میں بواسطہ حضرت بشیر و نذیر حدیث دکھا چکے ہیں - کہ یا علی انت و شیعتک تردون الحوض - یعنی اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے **ایضاً** علی و شیعتہ الفایزون یوم القیامۃ - اور جب یہ خیال خاطرِ عاطر میں خطور کرتا ہے کہ شیعہ ہونا کچھ آسان بات نہیں ہے بلکہ اُسکے ساتھ بعض اعتقادات و کلمات کی چھینکی

بھی لگی ہوئی ہے۔ اسوقت ناچار گریز کرنا پڑتا ہے۔ دین و دُنیا دو مخالف و متضاد چیز کا
نام ہے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ دونو لذتیں ایک ذات کیلئے جمع ہوجائیں۔ بقول شاعر
ہم خدا خواہی وہم دُنیا دوں + این خیال است و محال است وجنوں + اس موقع پر
عجیب قسم کا ایک فائدہ مُترتب ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ منجملہ
۷۲ گروہ اسلام کے ایک گروہ ناجی ہے۔ اور کلہم ناری اور ضرور ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ
قدیم ہو۔ اور دیگر فرقے مثل برساتی کیڑون کے جدید۔ مخبرِ صادق کے ارشاد ہدایت بنیاد
(یا علیؑ انت وشیعتک ہم الفایزون) متذکرّہ بالا مقبولہ و مسلمہ اکابر سُنیۃ سے صاف
ہویدا و نمایاں ہے کہ منجملہ فرقہ ہائے اسلام یہی گروہ نجات پانے والا اور رستگاری حاصل
کرنے والا ہے اور باقی بوجہ جدت و حدوث جہنمی و ناری ہیں۔ اگر یہ گروہ نارِ دوزخ
سے آزاد نہ ہوتا تو جناب شاہصاحب قبلہ ما سنیّہ کو شیعہ ہرگز تسلیم نہ کرتے ہم اہلسنّت کو
دوستانہ سمجھاتے ہیں کہ اب معاویہ ویزید کا اُن پر کچھ دباؤ نہیں رہا۔ اسوقت سرکار ابد
پائدار نے سب کو فرمانِ آزادی دیدیا ہے۔ سنیت سے دست کش ہوکر اپنے بزرگوں کی
رفتار پر گام فرسائے عرصہ تشیع ہوجائیں اور نجات کو اسی فرقہ میں منحصر سمجھیں۔ ہر سُنی
راستباز و پاک عمل کو میں اطمینان دلاتا ہون کہ شیعہ بننے سے انکو کوئی روحانی یا جسمانی
تکلیف نہ ہوگی بلکہ درستی عقائد کے ساتھ ساتھ بہت مختصر زبانی جمع خرچ کرنا پڑیگا۔
کیونکہ بلا اُس خاص بات کے کوئی عمل صحیح نہیں ہوسکتا۔ حضراتِ اہلسنّت بُرانہ مانین
اور سنّتِ معاویہ ویزید کے چھوٹ جانے سے جسکو زمانۂ دراز سے مضبوط پکڑے ہوئے
ہیں دل تنگ وافسردہ خاطر نہوں۔ فقط +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ نہم ۹

دوسرا فرقۂ تفضیلیہ جس نے محامد و مناقب و فضائل و کمالاتِ مذکورۂ بالا یعنی اخبار غیب و احیائے اموات و بیانِ حقائق الہیّہ و محاسباتِ دقیقہ و جواباتِ حاضرہ و بلاغت الفاظ و فصاحتِ عبارت و زہد و تقویٰ و شجاعت وغیرہ کو مافوقِ عادتِ بشری دیکھکر ثلاثہ کی ذواتِ عالیہ سے اُنکو بمنازل و مراحل دور پایا۔ اور اس وجہ سے حضرت امیر کے افضل الصحابہ و اشرف الناس ہونیکا یقین و اعتقاد کرلیا۔ تیسرا فرقۂ شیعۂ اثنیٰ عشری جس نے بطرفداریٔ آل احمدؐ ان کے دشمنوں کو نشانۂ تیر ملامت بنایا اس گروہ کو جناب شاہصاحب نے بدرجۂ اوسط یاد فرمایا ہے۔ چوتھا غلاۃ یعنی نصیری کا جس نے زُہد و اتقاء و قوتِ احیائے اموات وغیرہ خارج از مقدورِ انسانی پاکر اعجاز و کرامات پر محمول نہ کرکے کج عقلی و غلط فہمی سے حضرت علیؑ کو خدا سمجھا۔ واضح رائے اربابِ خرد مُہو و سے کہ معتقدانِ الوہیت حضرت امیرؑ یعنی غلاۃ کو فرقہ امامیہ کافر محض جانتا ہے۔ شاہصاحب نے بھی غایت عنایت و مہربانی سے ہمکو الگ کرکے درجۂ اوسط پر رکھا ہے رہے تفضیلی جو کہ اہلسنّت میں بکثرت موجود ہیں۔ انکو بھی حسبِ تصریح سلسلۂ ششم اشرار و فجار سے باہر نہیں سمجھتا۔ پس دو فرقے منجملہ چار کے یعنی غلاۃ و دیگر اہل تفضیل باتفاقِ شیعہ و سُنّی داخلِ جہنم ہو چکے۔ اب رہے دو گروہ شیعہ و سُنّی اُنکی حالت بھی انشاء اللہ دکھائے دیتا ہوں۔ مگر پہلے جناب شاہصاحب کی اُس مہربانی کا جو

فرقۂ شیعہ پر غایت مرحمت سے فرمائی ہے۔ شکریہ ادا کروں جناب مقدم الوصف نے اپنے لطفِ بے پایاں سے ہم گروہِ شیعہ کو ایسے درجہ مین جگہہ عنایت فرمائی جسکو خیرالامور اوسطہا کہا جاتا ہی۔ نہایت شکریہ کا موقعہ ہے کہ شاہ صاحب کی زبان وحی ترجمان سے ہم مسلمانوں کے ایک ایسے نمبر پر ہیں جو کہ ہر طرح کی خرابیوں سے بچکر بدرجۂ اوسط معدود ہوا ہی۔ مگر واے بوالہوسی و دراز نفسی بامید صدارت و بلند نشینی شاہ صاحب نے اپنے اسلاف و اخلاف کیلئے سب سے اونچا درجہ عبداللہ ابنِ سبا کے شاگردوں میں بقولے تاکہ از صدر نشینان باشی پسند فرمایا۔ اسوقت حقیر اربابِ انصاف و خصوص اُن حضرات کے سامنے جو کہ گروہ ثانیہ امامیہ کو عبداللہ ابن سبا ملعون کا چیلا بناتے ہیں یہ مضمون پیش کرنا چاہتا ہی کہ شیعۂ اولیٰ یعنی اہلسنت اور شیعۂ اوسط یعنی امامیہ نے عبداللہ مذکور کے کلماتِ مکر آمیز و تقریر فتنہ انگیز کو سنکر کس کس بات کا ردّ و قبول کیا۔ ابنِ سبا مردود کی تعلیم پر بھاری سے بھاری الزام اعتقاد الوہیت کا ہے۔ اِسکو خود موجدِ مضمون جناب شاہ صاحب نے صاف کر کے الگ دکھا دیا۔ کہ غلاۃ نے حضرت علیؑ کو خدا مانا ہے۔ رہے وہ فضائل جو کہ مختص بذاتِ حضرت امیر ہیں یعنی اخبارِ غیب و احیائے اموات و فصاحت و بلاغت و شجاعت وغیرہ۔ اِن تمام صفات کو منجملہ دو گروہ اولیٰ و اوسط کے ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے ردّ۔ قبول کنند گانِ صفات موصوفہ کا الزام شیعہ پر ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے بعد ختمی مرتبت حضرت امیرؑ کو خلیفۂ بلافصل و واجب الاطاعت جانکر دیگر مدعیانِ خلافت کو نشانۂ تیرِ ملامت بنایا۔ شاہ صاحب نے اِس الزام کو جسکا ذکر بذیلِ عبارتِ فارسی میں پہلے کر چکا ہوں۔ بدین عنوان لکھا ہے (کہ سوم فرقۂ سبئیہ کہ اینہا را تبرائیہ نیز گویند جمیع صحابہ را ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق میدانند۔ و این گروہ از اوسط تلامذہ آن خبیث گشتہ) حضراتِ اہلسنت نے اپنی بخشش مزاجی

سے عبداللہ مذکور کی ایک بھی نہ سُنی بعض صحابہ کے مشاجرات ومقاتلات وتنازعاتِ باہمی سے چشم پوشی کرکے جمیع کمالات واوصاف مذکورہ بالا کی حضرت امیر سے نفی کردی اور اُنپر طرح طرح کی نفرت دلانیوالے الزام قائم فرمادئے۔ زمانۂ حال کے محققِ اہلسنت جناب مولوی جہانگیر خانصاحب شکوہ آبادی جنکی تالیفات کو حضرات سُنیہ وحی آسمانی سمجھکر سر پر دھرے ہوئے ہیں۔ اظہار الہدیٰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کو انتظامِ مملکت کی لیاقت نہ تھی۔ علی علیہ السلام نے غلط گواہی دی۔ جس سے آنجناب کا کاذب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں رقمطراز ہیں کہ حضرت امیرؑ کی خلافت مین اسلام ضعیف ہوگیا اور فتوحاتِ متواتر سے جو اموال وغنائم مسلمانوں کو ملتے تھے۔ اور سوادِ اسلام کو یوماً فیوماً ترقی تھی وہ اُن کے زمانہ میں بند ہوگئی۔ اور عنایاتِ ربانی وتائیداتِ آسمانی جو مسلمانوں کے شاملِ حال تھیں اسوقت میں رُک گئیں۔ شاہصاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ بہت سے ممالک جو عہدِ ثلاثہ میں زیر قبضہ اسلام آگئے تھے وہ حضرت کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ بہ تعلیمِ شاہصاحب جمیع اہلسنت کا خیال اِس بات پر جم گیا ہے۔ بلکہ مسائل اعتقادی میں داخل ہوگیا ہے کہ اسلام کی خرابیوں کا باعث خلافتِ مرتضوی ہوگئی چنانچہ محقق زمانۂ حال مولوی جہانگیر خانصاحب اظہار الہدیٰ کے صفحہ (۱۶۵) پر لکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام کے زمانہ میں تمام مفسدات ومکروہات پیدا ہوئے اور کیا شہری اور کیا لشکری سب مین بدنظمی پھیل گئی بہت سے ملک مفتوحۂ خلفاء ثلاثہ ہاتھ سے دے بیٹھے۔ غرضکہ عبداللہ ابنِ سبا کی تعلیم وتلقین کو رد کرکے حضرات اہلسنت نے بحدّے مخالفت کی کہ حضرتِ مرتضوی کو قابل خلافت نہ جانا بلکہ اُنکو مخربِ اسلام سمجھکر اِس درجہ درپئے عداوت ہوگئے کہ بغضِ مرتضوی کو بحکم وہدایتِ علماء جزوِ ایمان سمجھنے لگے۔ علماء ماوراء النہر نے جو ایک نوشتہ بطور استشہاد

امیر تیمور کے سامنے پیش کیا تھا ہرچند کہ مشہور عالم ہے۔ حاجت اظہار و بیان نہین۔ مگر
بہ جہت آگاہی ناظرین اُسکی حالت مجدداً عرض کر کے اہلسنت کے قلوب صافیہ کا تقریری
فوٹوگراف سے نقشہ دکھائے دیتا ہوں۔ جسوقت امیر تیمور گورگانی تسخیر ممالک کرتے
ہوئے ماوراءالنہر میں پہنچے۔ اور اُس بلدۂ نابلد کو جو حقیقت پر تسلط کیا۔ تو وہان کے ارباب
فضل و کمال نے مجتمع ہوکر ایک تحریر بدین مضمون پیش کی۔ کہ شاہ عالم پناہ اپنی تمام قلمرو
میں ایک سرکلر باین مضمون شائع کرادیوین۔ کہ علی المرتضے سے بوجہ اعانت قاتلان
عثمان اہل اسلام عداوت رکھنا ازجملہ ضروریات دین سمجھکر ہمیشہ نسلاً بعد نسلاً بر سر
عناد رہیں۔ اور بغض و کینۂ مرتضوی کو اپنے ایمان کا رکن رکین و تمغۂ سنیت سمجھتے رہیں
اگر زیادہ دشمنی رکھنے پر قادر نہوں۔ تو تبرکاً و تیمناً بقدر دانہ جو ہر سنی کے قلب پاک
میں اُسکا مستقر ہونا ضروری ہے۔ شاہ مرحوم نے وہ محضر اپنے مرشد کے پاس بھیجکر استفسار
کیا۔ کہ اندرین باب کیا ارشاد ہوتا ہے۔ اُس درویش حق آگاہ و صاف باطن و روشن
ضمیر نے نہایت افسردگی سے جواب دیا کہ وائے بر عثمان اگر قاتلش علیؑ باشد۔ یعنی
افسوس ہے عثمان کی حالت پر کہ علیؑ مرتضیٰ شیر خدا قاتل المشرکین و کافرین حارب ناکثین
و مارقین و قاسطین اسکے قتل میں اعانت کریں۔ یا آنکہ قاتلوں کو امداد دین کیونکہ بہر
صورت اباحت خون عثمان لازم آتی ہے۔ گو کہ بوجہ ممانعت پیر سلطانی وہ محضر
شائع نہوا۔ مگر حضرات کے طبائع میں جو مادۂ عناد بوجہ تعلیم معاویہ و بی بی عائشہ
حضرت عثمان کا پیراہن خون آلودہ دیکھ جوش کھاچکا تھا وہ ایک سجادہ نشین
درویش کے کہنے سے کیونکر برطرف ہوسکتا تھا۔ اہلسنت کی فطرت و جبلت مین
متوسل اساس ظلم و جور نے اہلسنت کی مخالفت و معاندت کا قصر عالیاس کمزوری سے

بنا نہیں کیا کہ دفعتاً ایسی محکم و استوار عمارت کی گہری نیو پر کوئی صدمہ پہنچ سکے نتیجہ
یہ ہوا کہ انجراتِ سوزِ درون متصاعد و سربلند ہو کر ایسا قوی مادّہ بنے کہ بجو کے دانہ سے
بڑھتے بڑھتے مرغ کے انڈے تک پہنچ گئے چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب ساکن سنبلہیڑا جنکے
مقابلہ میں بہ ثبوتِ نفاقِ شیخین حقیر نے رسالہ سجادیہ لکھا ہے پچھلے لوگون کی جہالت
و سادہ لوحی کا تذکرہ کر کے اپنے والد بزرگوار کی کیفیت اس طرح بیان فرمانے لگے کہ
انہوں نے ایک دن مجھ سے دریافت کیا کہ محمد قاسم تم اکثر مذہبی کتابین دیکھتے رہتے
ہو کیا یہ بات سچ ہے کہ اہلبیت سے عداوت نہ رکھنا مسلمانی کو دونو ہاتھون سے سلام
کرنا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ہنسکر جواب دیا کہ ابا جان توبہ و استغفار
کیجئے۔ خاندانِ نبوّت سے مخالفت کرنا بحکم قرآن حرام ہے۔ تب وہ فرمانے لگے کہ بھائی ہم تو
برابر علماء سے یہ تعلیم پاتے رہے ہیں کہ اگر کسی مردِ مسلمان سے زیادہ بھی نہ ہو سکے تو نظرِ
خیر و برکت و مفادِ آخرت علیٰ مرتضٰے سے مرغی کے انڈے کی برابر ضرور عداوت رکھے ورنہ
مسلمانی متخیل بہ ایمانی ہو جائیگی۔ حقیر نے بطور لطیفہ جواب دیا کہ آپکے پدر بزرگوار جاہل
تھے۔ جوشِ جہالت سے بیضۂ مرغ کی مقدار پر مجبور کئے گئے تھے۔ آپ بفضلہ رازانِ اسلام
دُھنے جولاہون کے نزدیک فاضل بے بدل شمار کئے جاتے ہیں۔ لہذا نظر بہ فضل و کمال
جناب کی طبیعت حق طوّیت میں ہاتھی کے انڈے کی برابر خانوادۂ مقدس سے عداوت
ہونی چاہیئے اصلیّت یہ ہے کہ ایسی دو چیزوں کی محبت جو کہ باہم انتہا درجہ کا ضد اور
اختلاف رکھتی ہوں۔ ایک قلب میں برابر جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر اہلبیت علیہم السلام
دمرشدانِ سنیہ یعنی ثلاثہ و امثالہم باہم متحد و متفق ہوتے۔ تو بہت آسانی کے ساتھ ممکن
تھا کہ حضراتِ اہلسنت کی طبائع صافیہ کو دونو کے ساتھ ایک نسبت خلوص ہوتا۔ اور جبکہ

حسب اندراج مسلم و بخاری بقول جناب عمرؓ حضرت امیرؑ خلیفہ اول و خود حضرت عمر کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے تھے۔ بروقت مجلس شوریٰ عبدالرحمٰن وغیرہ ممبران کمیٹی کی روبرو صاف انکار کر دیا کہ مجھکو قمیص خلافت زیب بدن کرنا اس شرط کے ساتھ پسند نہیں ہے۔ کہ سیرت شیخین پر عامل ہو کر کارروائے خلافت ہوں۔ اندریں حالت کسی عاقل کو اس بات کے قیاس کرنے کا موقع نہ ملیگا کہ حضرت امیرؑ و خلفا ثلاثہ ایک دوسرے سے دوستانہ رابطہ رکھتے تھے۔ پس اہلسنت کا یہ دعویٰ کبھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ وہ یا اُن کے بزرگوار شیعہ مخلص تھے۔ اگر سنی صاحب خاندان نبوت کے بقدر سفیدی ماش یا دانۂ خردل بھی متبع ہوتے تو مسائل دینیہ و فقہ میں اُن سے اختلاف کر کے بقولے کوئے جاناں سے خاک لائیں گے ساپنا کعبہ الگ بنائیں گے نعمان و حنبل و شافعی و مالک کو امام بناتے۔ اگر کہا جائے کہ آئمہ اربعہ موصوفہ بالا نے گو جدا جدا کوس امامت بجایا۔ مگر خاندان رسول کی اطاعت سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ ایسا بیان کبھی قابلیت تسلیم نہیں رکھتا۔ کیونکہ شارح منہاج لکھتے ہیں کہ مسائل دینیات میں اہلبیت اجماعاً منکر قیاس ہیں۔ اما ابوحنیفہ کو دیکھو کہ قیاس کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ ملا جامی لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام خرگوش کو حرام جانتے تھے۔ سنی صاحب رات دن شکاری کتے لئے ہوئے جھاڑ جھنڈ میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور بڑے شوق سے کباب بنا کر اُسکی خستگی و بے ریشہ ہونے کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ صاحب تفسیر ثعلبی لکھتے ہیں کہ مسح خفین یعنی موزوں پر علی مرتضیٰ ناجائز جانتے تھے۔ شیعہ اونی برابر موسم سرما میں چرمی جورابوں پر مسح کرتے ہیں۔ شیعیان مرتضوی جب مسح پا کرتے ہیں تو اہلسنت غل مچاتے ہیں کہ ارجلکم سے پاؤں کا غسل مراد ہے۔ نہ کہ مسح۔ اور خود جاڑے کے خوف سے

اپنی جلد چھوڑ کر دوسری جلد پر مسح کرتے ہیں۔ نہ معلوم یہ بالائی مسح کس قرآن سے نکالا ہے شاید اُن متعدد قرآنوں کا کوئی پرچہ مل گیا ہوگا جنکو غایتِ جوشِ دینداری سے حضرت عثمان نے پھنکوا دیا تھا۔ اور لطف دیکھئے صاحبِ تفسیر معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ وضو میں جو شیعہ پاؤں کا مسح کرتے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ مذہبِ امامیہ اہلبیتِ نبوی کے مذہب پر منعقد ہوا ہے۔ اور اہلبیت غسلِ پا نکرتے تھے بلکہ مسح کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ شیعۂ اولیٰ و شیعۂ مخلص کا دعویٰ ایسے ہی حضرات کو زیبا ہے۔ جنہوں نے جامۂ مخالفت کو خوب چستی کے ساتھ زیب بدن فرمالیا ہو۔ ابھی ناظرین گھبرائیں نہیں جو میں کہتا ہوں اُسے چپکے چپکے سنے جائیں۔ انشاء اللہ بہت باتیں ایسی ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس سے اہلسنت و خاندانِ نبوت کی اجنبیت ثابت ہو کر مدعیانِ تولائے اہلسنت کے ہوش باولے ہو جائیں۔ علّامہ تفتازانی شرح مختصر الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بیع امہات الولد جائز جانتے تھے۔ ملا جلال الدین شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں بہترین فرقہ اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اس لئے کہ یہ گروہ اُن احادیث پر عمل کرتا ہے جو اصحاب سے منقول ہیں۔ اور شیعہ احادیث غیر اصحاب پر عمل کرتے ہیں۔ سوائے دوازدہ امام کے اور کسی کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ اماموں کے کلام پر انکو وثوق و اعتبار اس جہت سے حاصل ہوگیا ہے کہ انکو معصوم عن الخطاء جانتے ہیں ملا جلال الدین کے بیان سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ سُنی صاحبِ اہلبیت کو معصوم جانتے ہیں۔ نہ اُن کی روایتوں پر عمل کرتے ہیں۔ سچ بھی تو ہے خاندانِ رسول کی احادیث اُن کے نزدیک کیوں معتبر ہوں۔ اعتبار ہمیشہ اُسی کلام کا ہوتا ہے جسکا بیان کرنیوالا سچا سمجھا جاتا ہے اگر وہ بزرگوار خانوادۂ نبوت کو بہ مثل شیعہ معصوم عن الخطا جانتے تو اُن کی روایتوں پر بھی

عمل کرتے۔ اور جبکہ اُن کے نزدیک وہ خاطی و گنہگار و جاہل و ضعیف تھے تو کیونکر قابلِ تمسک ہوتے۔ ہرچند کہ ملّا جلال الدین کے بیان نے تمام پہلو صاف کردئے اور گنجائشِ کلام مطلقاً نہیں چھوڑی۔ کہ مجھکو صاف و روشن کلام میں یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ سنی اہلبیت کو ایسا جانتے تھے اور شیعہ ایسا مگر خیر بہ نظرِ ثبوتِ مزید و تکمیلِ مثل اتنا اور کہے دیتا ہوں کہ جناب مولوی عبد العلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ اجماعِ اہلبیت حجّت نہیں۔ شیعہ اپنے حسنِ ظن سے اُس بات کو بالکل صحیح اور قطعی سمجھ لیتے ہیں جس پر آیہ مجتمع و متفق ہوں اور سنی اسکو برگ کاہ و پشتہ کی بھی برابر نہیں جانتے۔ سبحان اللہ سقیفہ بنی ساعدہ میں چند اربابِ خودغرض کے اجتماع سے حضرت ابوبکر بلا کسی استحقاق کے خلیفہ واجب الاتباع و لازم الاطاعت مان لئے جاویں بلکہ معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک وغیرہ بدلیل اجماع مومنِ پاک عقیدت و مستحقِ خلافت سمجھے جائیں اور اجماعِ اہلبیت حجّت نہو۔ بلکہ اُن کے اجماع کے واجب العمل اعتقاد کرنے سے شیعہ مجرم قرار دئے جائیں۔ ایک اجماع اور اُسکے دو اثر بقول ایک بام و دو ہوا صاحب مسلم الثبوت اپنے اِس بیان کا کہ اجماعِ اہلسنت حجّت نہیں ثبوت کیا اچھا پیش فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہلبیت کے جائز الخطا ہونیکا قیاس اُن کے اس اجماع سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ جو کہ معاملہ فدک میں کیا گیا تھا۔ حقیر نے جو سلسلۂ پنجم ماہ جمادی الثانی میں ایک بڑی طولانی عبارت تحفہ سے نقل کی ہے۔ اسمیں شاہ صاحب عبد اللہ ابن سبا پر باین الفاظ طعنہ زن ہوئے ہیں (و مناقشہ کہ فیما بین سیدۃ النساء و خلیفہ اوّل درباب فدک رفتہ بود۔ و آخرہا بصلح و صفا انجامیدہ دستاویز و تمسک ساخت لیجئے شاہ صاحب لکھتے تھے کہ عبد اللہ ابن سبا نے لشکرِ حضرت امیر میں گڑبڑ ڈالکر مسلمانوں کو عداوتِ ابوبکر پر برانگیختہ کیا۔ صاحب مسلم الثبوت کہہ رہے ہیں۔ کہ نہین

اہلبیت خلاف اجتہادِ حضرت ابوبکر فدک کے لینے پر اجماع کر رہے تھے۔ دیکھئے اِن دونو علمائے اہلسنت میں سنّیانِ حال کے نزدیک کس کو سچے پن کی ڈگری ملتی ہے۔ اور شاہصاحب عبداللہ ابن سبا کے ملزم بنانے سے حسب قواعدِ پولیس کس درجہ کی انسپکٹری پر ترقّی پاتے ہیں۔ علمائے اہلسنّت کو خاندان نبوّت کے ساتھ کچھ عجیب خوش اسلوبی سے حسنِ اعتقاد پیدا ہوا تھا جسکو دیکھ دیکھکر اس پُرنور زمانہ کے اہلسنّت گوزہ مپشت و خمیدہ گردن ہوئے جاتے ہیں۔ مگر بیچارے سوائے اسکے کہ زیرِ لب دبی ہوئی آواز سے متقدّمین کو کوس پیٹ لیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے جنکو بڑے فخر سے امام کہا جاتا ہے۔ کتاب مغنیؔ میں نہایت صاف الفاظ سے لکھدیا کہ بخاری نے بین وجہ آئمہ اہلبیت سے روایت کرنا مکروہ سمجھا ہے کہ وہ یعنی اہلبیت مجاہیل وضعفا سے تھے اور اسی مضمون کو میزان الاعتدال میں کہ معتمد ترین کتب سنیہ ہے۔ نہایت شستہ وپاکیزہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ یہانتک بیچارے نے سینہ سپر ہو کر صاف لکھدیا کہ بخاری کے نزدیک صادقِ آلِ محمد کی روایت قابلِ حجت نہ تھی۔ سبحان اللہ خوارج ونواصب وعمر ابن سعد سپہ سالار لشکرِ یزید کی روایتوں سے حضرت بخاری اپنی کتاب جسکو سنّی ثانی قرآن وبعد کتاب باری خطاب دیتے ہیں ترتیب فرمائیں۔ اور امام جعفر صادق کی روایت کو جنکی شاگردی کے فخر نے امام ابو حنیفہ کو آسمان پر چڑھایا ہے ناقابلِ حجت سمجھیں۔ فقط :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ دہم

بھلا جناب محمد اسمٰعیل بخاری حضرت صادق علیہ السلام کو کیوں سچا جانتے - اُن کے اُستاد یحییٰ ابن سعید قطان نے جیسا تعلیم دیا ویسا ہی شاگرد رشید نے عمل کیا اُستاد موصوف لکھتے ہیں (احدنی نفسی شیئا) یعنی میری طبیعت اُنکی طرف سے مطمئن نہیں بلکہ ایک نوع کا کھٹکا اور حدشہ ہے - تھوڑی سی عقل والا سوچ سکتا ہے کہ جب شیخ البخاری کو صادقِ آلِ محمدؐ کی نسبت بدظنی لاحق حال و دامنگیر طبیعت ہو کر روایات لینے کے لئے مانع ہوئے تو حضرت بخاری باوصف شاگرد ہونے کے کیوں اُنکا اعتبار فرماتے - کچھ انہیں بزرگواران مذکورہ بالا پر آئمہ اہلبیت کی بے اعتباری موقوف نہیں بلکہ جسقدر عظمائے اہلسنّت گزرے ہیں سبھوں کو خاندانِ رسالت سے بدظنی رہی ہے لیجئے امام مالک ہی کے اقوال کی پرتال دیکھئے - تا وقتیکہ دوسرے راوی کی سند سے کلام ٹھیک نہ کر لیتے تھے تنہا امام کی روایت کو بے جوڑ جانتے تھے - اور کیوں نہو اُن لوگوں کے نزدیک آئمہ کو وہ اقتدار و اعتبار بھی نہ تھا جسکے لئے رسول فرما گئے تھے - وہ ذرّیتِ بتولؑ کو معمولی آدمیوں سے بھی کم درجہ جانتے تھے - ابوالحسن دارقطنی جو کہ بلفظِ امام بولے جاتے ہیں - اور اہلسنّت کی نظر میں انتہا کا وقار رکھتے ہیں ابن حیان کی سند سے ارشاد فرما ہوئے ہیں کہ جناب امام رضا علیہ السلام اپنے باپ سے کچھ عجیب عجیب باتیں نقل کیا کرتے تھے اور وہم و خطا کرتے تھے امام معصوم کی نسبت وہم و خطا کے لفظ تو صاف صاف حرفوں میں

بیان فرما گئے ہیں اور عجیب عجیب باتیں بھی خاص استعجاب پر مشتمل ہین ۔ جس بات کو خلاف عقل و دور از قیاس سمجھا جاتا ہے انکو ارباب ظاہر میں واستان امیر حمزہ و حکایات بہا ر کی طرح محمول بعجائبات کرکے فرد یقین سے قلمزن کردیا کرتے ہیں ۔ میری دانست میں ابن حبّان و دار قطنی کے نزدیک آنحضرت کی جسمی معراج اور شق القمر و رجعت خورشید وکلام سنگریزہ و شہادت وحوش برسالت آنحضرت و نزول ملائکہ بروز بدر و قصہ اجنّۂ بیر العلم وغیرہا جملہ معاملات داخل عجائبات ہوکر فہرست اعتقادات سے خارج ہو گئے ہوں گے ۔ امام ابو طاہر بھی مثل دار قطنی و ابن حبان علی ابن موسی رضا علیہ السلام سے نقل عجائبات و خلاف قیاسات کے قائل ہوئے ہیں ۔ علمائے اہلسنّت نے آئمہ دوازدگانہ میں سے کسی کو خالی نہین چھوڑا جسکو جیسا موقعہ ملا ہے الزام فضول و اعتراض بیجا سے نہین چوکا ۔ شیخ رحمۃ اللہ سندھی نے مختصر شریعۃ الشیعہ میں و علی ابن محمد عراقی نے امام حسن عسکری کو کھلے کھلے لفظوں میں لکھدیا ہے کہ لیس بشیء معاذ اللہ وہ کوئی چیز نہیں ہیں اور اسی طرح ابن جوزی و سیوطی نے اپنی اپنی تصنیفات میں امام موصوف کا ذکر بذیل واضعان حدیث ارقام فرمایا ہے ۔ امام عقیلی موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں کہ (حدیثہ غیر محفوظ) یعنی انکی روایات جامہ صدق و راستی سے بالکل برہنہ ہین آئمہ اہلبیت پر اعتراضات کرکے انکو نظر خلائق سے گرانا کچھ پہلے ہی زمانہ کے سنّیوں کا شعار نہ تھا ۔ بلکہ اس نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگ بھی بہ تقلید و پیروئی اسلاف خود انکو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ کتاب سیرۃ النعمان مؤلفہ جناب مولوی شبلی صاحب پروفیسر مدرسہ علیگڈھ پر منجانب شیعہ ایک پرمذاق و لطف خیز تقریظ لکھی گئی تھی ۔ اخبار نظام الملک مراد آباد کو اسپر جوش آیا (۴ و ۲۰ و ۲۷ اپریل ۹۳ء و ۱۹ و ۲۶ مئی و

۹ جون ۹۳ء مذکور کے پرچوں میں اِس تقریظ پر غضب آمیز ریمارک یعنی اعتراض لکھا۔ اُن پرچوں کے ضمن میں صاحب اخبار لکھتے ہیں کہ علیؑ المرتضیٰ وحسنین علیہم السلام کے پاس تمام علم نبی نہ تھا کہ جس سے اُنکو حامل علوم نبی کہا جاوے۔ بلکہ وہ دربابِ مسائل دوسروں کے محتاج تھے۔ اور جس بات کو نہ جانتے تھے دیگر بزرگانِ دین وشیوخ سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ مثل علیؑ وحسنینؑ رسول اللہ کے ملنے والے ہزار ہا آدمی تھے جسطرح آنحضرت کے اقوال وافعال اہلبیت دیکھتے تھے اُسی طرح کے دیکھنے والے اور بھی بہت تھے۔ علمِ نبی مختص بذاتِ علیؑ وحسینؑ نہ تھا۔ اور نہ علم حدیث کوئی طلسمی صندوقچہ تھا کہ نسلاً بعد نسلاً آئمۂ اہلبیت کے سینوں میں بطورِ اسرار ودیعت وامانت رہا ہو ظاہرا اہلسنّت کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ علم کوئی موہوبہ شے نہیں بلکہ مکسوبہ ہے جس نے پڑھا پایا۔ جسطرح دیوبند وغیرہ کے طلباء دستارِ فضیلت باندھکر فارغ التحصیل ہونے کی سند حاصل کرتے ہیں ایسے ہی پناہ بخدا علیؑ وحسنینؑ ودیگر اہلبیت تھے۔ میں کہاں تک اُن معاملات کی تصریح وتشریح میں کہ جتنے علمائے اہلسنّت کا اہلبیت کے ساتھ اختلاف ثابت ہوتا ہے قلم گھساؤں دوات کا خونِ ناحق کروں۔ ناظرین کو ملالِ طول سے فضول غصہ دلاؤں اور پھر بھی کامیابی حاصل نہ کر سکوں۔ مگر خیر گو طول کلام ہے مگر یہ بات انشاء اللہ پورے طور پر واضح کر کے مثلِ آئینہ دکھا دونگا۔ کہ اہلسنّت محض زبانی طور پر دعویٰ ولائے اہلبیت کر کے اسلام میں اپنا رنگ جماتے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ اہلبیتِ رسول سے بالکل جدا محلہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور شیعہ کو آلِ پاک کا ہمسایہ ودامن گرفتہ بتاتے ہیں۔ مولوی جہانگیر خانصاحب شکوہ آبادی چودھویں صدی کے رئیس المحققین تذکرۃ الخلفاء کے صفحہ (۳۱۵) پر گوہر ریز ہوئے ہیں۔ کہ ایک رافضی نے کسی عالم اہلسنّت سے

کہا کہ حضرت عثمان کی نعش تین روز تک بے گور و کفن دھوپ میں پڑی رہی۔ بڑی اہانت ہوئی۔ عالم نے جواب دیا کہ اوّل تو یہ بات محض جھوٹ ہے اور اگر سچ بھی ہے تو یہ اہانت شہدائے کربلا کی اہانت سے بدرجہ کم ہے اور صفحہ (۲۲۷) پر لکھتے ہیں کہ اگر بقولِ صاحب روضتہ الصفا جس نے بنابر مذہبِ شیعہ لکھا ہے کہ تین روز تک نعشِ عثمان بے گور و کفن پڑی رہی اور انکی نعش کو بھیڑیوں اور کتوں نے کھایا۔ اس واقعہ کو صحیح بھی مان لیا جاوے تو معاملاتِ شہدائے کربلا اس سے زیادہ قابلِ افسوس ہیں۔ ذرا شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور ہماری مظلومیت کی داد دیں۔ ہمارے نزدیک کتوں اور بھیڑیوں کی روایت بالکل غلط ہے حضرت عثمان کے عزیزوں اور غلاموں کی موجودگی میں کتوں کی مجال نہ تھی کہ کچھ کر سکتے۔ سنّی عالم نے جو اہانت لاشہائے شہدائے کربلا کا رافضی کو طعنہ دیا۔ اور اسی طعن کو پھر جہانگیر خانصاحب نے کھینچ تان کر شیعہ کو سر در گریبان ہونے کی تنبیہ کی۔ اس گفتگو سے صاف ثابت ہو گیا کہ سنّیوں کو جناب امام حسین علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر وہ جناب سیّد الشہداؑ کو اپنا امام جانتے تو سوال آسمان جواب ریسمان کے مصداق بنکر بیچارے رافضی کو طعنہ نہ دیتے۔ اہل انصاف غور فرمائیں غریب رافضی نے کیا عالم سنّی کا منہ نوچا تھا تو ایسا کھٹکتا ہوا جواب دیکر اُسکا اور نیز تمام طرفدارانِ خاندان نبوّت کا دل دکھایا۔ اور مولوی جہانگیر خانصاحب کو کیا شیعہ نے کوئی غیر معمولی صدمہ پہنچایا تھا جس سے وہ مظلوم بنکر دادِ مظلومیت کی طلب میں ہاتے ہاتے کر رہے ہیں۔ عالم سنی و خان بہادر کا بیان بلا کسی وہم دنا ویل کے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ اگر سنّیوں کے عثمان کو کتوں نے گھسیٹ کر ایک ٹانگ کا مزہ دار لقمہ بنایا۔ تو شیعوں کے امام حسینؑ کو بھی زمانہ نے خالی از توہین نہیں چھوڑا۔ بعلم حقیر سوائے رنج و افسوس کے آجتک کسی مورخ غیر اسلام نے

واقعۂ کربلا کو ذلّت و اہانت کے ساتھ تعبیر نہ کیا تھا۔ یہ حصّہ بھی گویا قسّامِ ازل نے حضراتِ
اہلسنّت ہی کے لئے ودیعت کیا تھا۔ شاہزادہ والاتبار عالی وقار اعنی یزید ابن معاویہ خلیفہ
ششم یا ہفتم نے خاندانِ نبوی کو تباہ و برباد کیا اور خیر طلبان و ہوا خواہ شاہزادۂ موصوف
نے اُسکو ذلّت کے معنی میں لیکر دوستدارانِ اہلبیت کے قلبِ صدمہ رسیدہ کو سنانِ طعن سے
اور سوراخ دار بنایا۔ جہانگیر خانصاحب نے ایک سچے واقعہ یعنی کتوں کے ٹانگ توڑ لینے سے
بایں خیال و قیاس انکار کیا ہے کہ حضرت عثمان کے عزیزوں اور غلاموں کی موجودگی میں
کتّوں کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ خلیفۃ اللہ کی ٹانگ توڑنے میں گستاخی کرتے۔ دوسرا یہ
خیال ظاہر کیا ہے کہ مؤلّف روضۃ الصفا شیعہ ہے۔ اُسکے لکھنے سے ہرگز باور نہیں
ہو سکتا کہ کتّے ایک پیر نوش کر گئے تھے ہر واقعہ عقلاً قابلِ تسلیم ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ کوئی
امر اُسکا مخالف و نقیض ثابت نہو۔ اگر مولوی جہانگیر خانصاحب یہ بات دکھا دیتے
کہ فلاں کتاب کے معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا جنازہ اُن کے غلاموں اور
عزیزوں نے بڑی دھوم دھام سے اٹھایا تھا اور فلاں فلاں اصحابِ بدر و شرکاء
بیعتِ رضوان و مہاجر و انصار نے اُنکے جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔ تو صاحبِ روضۃ الصفا
کے بیان پر غور کیا جاتا۔ چونکہ مولوی صاحب نے کوئی ثبوت خلاف روضۃ الصفا دکھا کر اُسکا
غلط ہونا ثابت نہیں فرمایا۔ لہذا یہی سمجھا گیا کہ ٹانگ کے متعلق جو مضمون ہے اُسکو وقائع
نگار ہونے کی حیثیت سے روضۃ الصفا والے نے صحیح بے کم و کاست لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ
مورّخ شیعہ تھا۔ یہ اہلسنّت کا ایک معمولی عذر ہے۔ جسکی ابتدا شاہ صاحب و خواجہ
نصر اللہ کابلی مؤلّف کتابِ صواقع کی قوّتِ دماغی سے صورت پذیر ہو کر اہلسنّت کے وظائف
میں داخل ہوئی ہے۔ جس کتاب میں کوئی مضمون اپنے خلاف دیکھتے ہیں فوراً انکار پر

کمربستہ ہوجاتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ شخص در پردہ رافضی تھا۔ لگا ہے فرما دیتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں چالاکی سے شیعہ نے کچھ غث ربود کر دیا ہے۔ ابھی مولوی محمد احسن صاحب امروہوی اشتہار آئینۂ حق نما کے اندراجات سے حیران و سر در گریبان ہوکر اپنے اشتہار مسمّی بجواب باصواب میں تمام کتابوں کی بے اعتباری ظاہر فرما چکے ہیں کتاب مستطاب حدیث لاثانی میں جو کہ از جملہ مجلّدات عبقات الانوار ہے مؤلف روضۃ الصفا کا سنّی ہونا بایں خوبی ثابت کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ اہلسنّت اسکے شیعہ ہونے کا کبھی خواب میں بھی خیال نہ کریں گے۔ صاحب روضۃ الصفا مؤرخین متاخرین میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے جو کچھ لکھا ہی پرانے اہلِ تاریخ کے بیان سے ظاہر کیا ہے۔ احمد اعثم کوفی نے جو کہ سر آمد متقدمین سے ہے اور سنہ ہجری میں اُس نے تاریخ اسلام لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ (۱۲۶) پر بیان کیا ہی کہ حضرت عثمان کی نعش مبارک تین روز تک بے گور و کفن پڑی رہی اور مصریوں نے انکو دفن نہونے دیا۔ یہانتک کہ ایک پاؤں مبارک کتّوں نے کھا لیا۔ عجب نہیں کہ خانصاحب احمد اعثم کوفی کو بھی شیعہ کہدیویں۔ میں حیران ہوں کہ کس کس کو شیعہ کہیں گے یہ لوگ تو اِس الزام سے شیعہ کہے گئے کہ کتّوں کی تیز دندانی کو بیان کیا حضرت عائشہ کیا خدا نخواستہ شیعہ تھیں جنھوں نے بروایت معتبرہ مندرجہ حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ اقتلو نعثلاً قتل اللہ نعثلاً۔ کہکر لوگوں کو قتلِ خلیفۂ ثالث پر برانگیختہ کیا تھا۔ اگر کتّوں پر ٹانگ کاٹنے کا الزام ہے تو محبوبۂ رسولخدا پران کے قتل میں رغبت دلانے کا جرم قائم ہوتا ہے رہا مولوی جہانگیر خانصاحب کا یہ خیال کہ عزیزوں اور غلاموں کی موجودگی میں ممکن نہیں ہوسکتا کہ کتا ٹانگ توڑ لیوے۔ مولانا صاحب کا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں بعض عزیز دسترخوانی ہوتے ہیں کامی چور نوالے خاضر کھانیکے وقت موجود اور کام اور ضرورت

کے وقت دامن جھاڑ کر الگ۔ حضرت عثمان کے سر پر جو کچھ آفت برپا ہو کر معاملہ واقع ہوا وہ سب عزیزوں کی بدولت اگر وہ نبی امیہ کا پیٹ بھرنے کی نیت سے بیت المال کو وقف عیال وسسرال نہ کرتے اور صاحبانِ استحقاق وصحابۂ رسول کی تذلیل وتحقیر وکفش کاری میں جسارت ومبادرت نہ فرماتے۔ تو اس بے حرمتی وذلت وخواری سے قتل ہو کر کتوں سے ٹانگ نہ تڑواتے۔ چونکہ حضرت عثمان نبی امیہ کے سلوک کرنے میں ید طولٰے رکھتے تھے لہذا حضرات اہلسنت نہایت فخر سے کہتے ہیں کہ خدا نے انکو قرآن میں بانعام صلہ رحمی رحماء بینہم۔ فرمایا ہے میں ایسے عزیزوں کو جیسا کہ یارنانی حضرت عثمان کو اتفاقاتِ وقت سے مل گئے تھے نہایت بیوقاری سے دیکھ رہا ہوں ہائے افسوس خلیفہ کئی روز تک اپنے دولتسرا میں قلعہ بند وزیر محاصرہ رہے۔ کھانا پانی تک بند ہوا۔ بالآخر نہایت بے دردی سے قتل ہو کر مزبلہ پر پھینکے گئے اور بعد تین روز کے مقابر یہود میں دفن ہوئے۔ نہ معلوم اسوقت غلاموں اور عزیزوں کی فوج کس مشغلہ میں تھی۔ اہلسنت کے خلیفہ ہشتم جناب مروان جنکی وجہ سے یہ تمام طوفان بے تمیزی برپا ہو کر جہاز خلافت کا تباہ کرنیوالا ہوا تھا نہ معلوم کس کونہ میں چھپے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت عثمان کے عزیزوں نے تو بعض صحابۂ رسول کی مفروری کو بھی دل سے بھلا دیا بھلا وہ بیچارے تو خوفِ جان سے آنحضرت کو میدانِ جنگ میں تنہا چھوڑ کر رو بفرار ہوئے تھے۔ اقربا جناب عثمان کو کیا خوف ہوا تھا کہ شہر میں رہکر گھروں کے دروازے بند کر لئے اور بیچارے خلیفہ کی خبر نہ لی۔ مسماۃ نائلہ زوجۂ عثمان ہائے ہائے کیا کی اور کسی کے کان پر جوں تک نہ چلی۔ یہ بھی تو کسی کو خبر نہ ہوئی کہ کون مار اگیا۔ کوئی خلیفہ اوّل کے بیٹے کو کہتا ہے اور کوئی کسی کو۔ آجتک باوصفِ تحقیقات قاتل مشخص نہیں ہوا۔ پس ایسی حالت میں کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ عزیزانِ عثمان

کی کثرت کنتوں کو ٹانگ توڑنے پر مانع ہوئی ہوگی ۔ اگر انہیں کچھ بھی جرأت و حمیت ہوتی
تو مصری بلوائیوں کے مفسدہ کو دفع کرکے خلیفہ کو زد و کوفت سے بچاتے ۔ ہائے ہائے
اِسوقت فرطِ تعجب سے میرا کلیجہ کھڑا ہو رہا ہے ۔ دل ہے کہ ہاتھوں اوچھل رہا ہے
خلیفہ صاحب کی وہ لمبی اور نورانی ڈاڑھی جسکو بی بی عائشہ صدیقہ نے بلفظ (نعثل)
ایک پینتالیس یہودی کی ڈاڑھی سے تشبیہ دی تھی ۔ کس بے حجابی سے ہلائی گئی اگر بیچارے
عزیزوں کو کچھ دست رس ہوتا ۔ تو ڈاڑھی ہی کیوں ہلواتے ۔ پس کوئی عاقل خیال
کرسکتا ہے کہ ایسے عزیز کنتوں کو ادب ادب کرکے ٹانگ توڑنے سے روک سکتے تھے رہا
خیل غلامان یہ گروہ قدیم سے بحکم (لاخیر فی عبدی) نمک حرام و بیوفا چلا آتا ہے ۔ اور
زبان زدِ عام ہے کہ کہیں غلاموں کی فوج سے بھی مہم سر ہوئی ہے ۔ میں انشاء اللہ
ایسے عزیز و غلام بھی دکھاؤنگا بلکہ اصحاب کی فہرست بھی دونگا ۔ کہ جنہوں نے جاں نثاری
کرکے تاریخ نویسوں کی قلم سے اعلیٰ درجہ کے قیمتی الفاظ حاصل کئے ہیں چونکہ جہانگیر
خانصاحب نے قتلِ عثمان کے مقابلہ میں جناب سید الشہدا علیہ السلام کی شہادت کا
ذکر کیا ہے لہذا میں اُن کے عزیز و اصحاب و غلاموں کا حال بیان کرتا ہوں کتبِ مقاتل
میں وارد ہوا ہے کہ جب روز نہم جناب امام حسین علیہ السلام پر لشکر شام نے تنگی کی تو
آپ نے بصد دقت و دشواری ایک شب کی مہلت لیکر اپنے تمام عزیز و انصار کو جمع
کرکے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ مجھکو اِس مہلکہ سے ہرگز نجات نہیں مل سکتی ہے
نانا پہلے خبر دے چکے ہیں ۔ جبرئیل محضر شہادت پر دستخط کرا چکے ہیں میں گواہی دیتا ہوں
کہ جیسے میرے تم اصحاب و انصار ہو ۔ ایسے سرفروش و جاں نثار نہ نانا صاحب کو ملے
اور نہ والد بزرگوار اعلیٰ نہ برادر عالیمقدار کو ۔ چونکہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے

انصار کو صحابۂ رسول و جاں نثارانِ مرتضوی و تابعانِ سبطِ اکبر جناب امام حسن علیہ السلام پر افضل بیان فرمایا ہے۔ بنابراں مجھکو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کسی ناظرِ اوراق کی طبیعت میں یہ خدشہ پیدا ہو کہ امام حسین علیہ السلام نے باپ بھائی کے صحابہ پر تو اپنے رفیقوں کو فوق دیا ہی تھا۔ یہ کیا غضب ہوا کہ نانا کے یاروں پر بھی اُنکی فضیلت بیان کی اصلیت یہ ہے کہ مظلوم کربلا کے انصاروں کی مثل و مانند کسی بزرگوار کے اصحاب نہ تھے کیونکہ ہر ایک صاحب کے یاروں میں موافق اور منافق تھے۔ مگر سبط نبی کے ساتھ سارے یار صادق تھے۔ دیکھو رسالتمآب علیہ الصلواۃ والسلام کے بڑے گہرے یار غار حضرت ابوبکر صدیق گنے جاتے ہیں یا سوائے رفاقت و صحابیت آنحضرت کے سسرے بھی تھے مگر کسی جنگ میں ثابت قدم نرہے۔ ہمیشہ جہادوں سے بھاگا کئے۔ نہ کسی جنگ میں کسی کو مارا اور نہ خود پٹے۔ اُنکی نسبت اسلامی تاریخیں سوائے مضامین مفروریت مرنے مارنے کے حالات سے قطعاً خالی ہیں۔ مقام فکر و تامل ہے جبکہ اُحد میں (قد قتل محمدًا) کی دھوم مچی تو کیا خلیفہ اوّل کو یہی لازم تھا کہ داماد کی خبر نہ لیں۔ اور جان بچاکر بھاگ کھڑے ہوں دنیا میں سوائے جناب ابوبکر کے کوئی اور بھی دیکھا ہے جس نے اپنی جان کو داماد کی زندگانی سے فائق سمجھا ہو۔ کچھ حضرت ابوبکر ہی پر موقوف نہیں حضرت عمر سے بھی یہی رشتہ تھا۔ وہ بھی بقول خود جنگِ اُحد میں ثابت قدم نرہے۔ بلکہ مثل بُز کوہی پہاڑ کی چوٹیوں پر اُڑ چکتے پھرے۔ افسوس ہے کہ دونو سسروں میں سے ایک بھی میدانِ جنگ میں بھاگنے سے نہ رُکا۔ چونکہ داماد بجائے فرزند ہوتا ہی لہٰذا حضرت امیرؑ سے یہ نہو سکا کہ حضرت کو تنہا چھوڑ کر مثل سسر صاحبوں کے اپنی جان کا فکر کرتے۔ اسی واسطے ایک شاعر نے کہا ہے لہ اُنکی سسرے کو کیا نسبت ہے داماد پیمبر سے

حضرتِ عثمان بھی اُسی جلسہ میں شریک تھے۔ وہ بھی داماد کہے جاتے ہیں۔ بلکہ دوہرے اور ڈبل۔ کیونکہ زینب و رقیہ دو صاحبزادیوں کے شوہر ہونے سے ذی النورین مشہور ہیں انکا بھاگنا عجیب شان کا تھا۔ تین روز میں بعد تجسس کسی گھر میں سے برآمد ہوئے تھے۔ اہلِ نظر خود دیکھ لیویں کہ ایسے اصحابوں پر جناب امام حسین علیہ السلام کا اپنے انصار کو فضیلت دینا کس حد تک جائز تھا۔ صحابہ رسول اور بخصوص وہ دونو سُسرے تین دن سے بھوکے پیاسے مثلِ اصحاب سید الشہدا کے دشتِ بلا میں نظر بند فوج اشقیا نہ تھے نہایت تعجب دلانیوالی بات ہے کہ تشنہ و گرسنہ لوہے کے دریا میں شناوری کرکے امام حسینؑ کی رفاقت سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ بلکہ اپنی جان دیدیں اور رسولِ پاک کے مددگار حالانکہ آب و غذا سے سیر تھے میدانِ جنگ میں آلاتِ حرب کی گرمی و تابش سے ہم مزاج سیماب ہو کر کافور ہو جائیں۔ ناظرین اصحاب جناب سید الشہدا ہرگز کسی نبی یا وصی کے اصحابوں کے ساتھ مثال نہیں دئے جاسکتے۔ خدا نے وہ خاص بندے اسی واسطے پیدا کئے تھے کہ جنسے صبر و شکر کی شان کو رونق ہو جائے۔ الحق۔ اگر یہ چرخِ گرداں لاکھ باری چرخ ماریگا (نہ ہوویں گے کبھی ایسے بہادر صف شکن پیدا + رہا عالم میں شہرہ تابہ محشر انکے شہید و نکا + اٹھائیں کربلا والوں نے یارو سختیاں کیا کیا + نہ ایسی فوج پھر ہوگی نہ ایسا شاہ ہوویگا نہ ایسے تارے ہوویں گے نہ ایسا ماہ ہوویگا +) ہماری غرض یہ نہیں کہ معاذ اللہ تمام صحابۂ رسول و یارانِ جناب امیر و امام حسنؑ ناقابل تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کل ایسے نہ تھے۔ جیسے کہ جناب سید الشہدا کے ہمراہی تھے امام حسینؑ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ مثلِ تمہارے نہ میرے بھائی کو انصار ملے اور نہ والدِ بزرگوار کو اور نہ نانا صاحب کو اُسکا یہی منشا تھا کہ سب بزرگواروں کے انصار آب سرد و غذائے گرم سے سیر ہو کر

لڑتے تھے اور تم تین روز سے بھوک و پیاس کے صدمے اُٹھا رہے ہو۔ اُنکے انصار لڑائیوں سے بھاگ آتے تھے۔ حکم نہ مانتے تھے۔ دشمنوں سے پیوستہ ہوجاتے تھے اور تمکو کوئی کیسا ہی لالچ دے طمع دکھلائے۔ مگر چونکہ نورِ ایمان سے تمہارے سینے معمور ہیں ممکن نہیں کہ کسی کتیا دکے مکر آمیز باتوں کا تمپر اثر ہو۔ اے حضراتِ ناظرین ؎

علیؑ کے ساتھ صفین و جمل میں تھے بہت یاور
ہر اک کرتا تھا کوتاہی سوائے مالکِ اشتر

حسنؑ کے یار بھی مل مل گئے دشمن سے جاجاکر
ہوئے دُنیا کے لالچ سے امیر شام کے چاکر

شہِ مظلوم کے پر بھوکے پیاسے یار کام آئے
بہت پیغام لیکر مال و زر کا اہلِ شام آئے

جب آیا شمر بہکانے اُنہیں از راہ کیا دی
وہ بہکاتا تھا کرتے تھے ہدایت اسکو اُلٹا دی

کہ اے بندی عمر کے حبِ حیدر میں ہے آزادی
محبت چھوڑ دُنیا کی نہ کر عترت پہ بیدادی

در جنت میں داخل ہو جہنم سے نکل غافل
وہ کوثر ہے وہ طوبیٰ ہے ذرا آنکھوں کو مل غافل

خوشی ہوتے تھے ہوتا تھا جو سینہ تیر سے زخمی
حلاوت کرتے تھے حاصل دمِ شمشیر سے زخمی

جو غش آتا تو کرتے عہد تازہ پیر سے زخمی
لپٹتے تھے رکابِ حضرتِ شبیر سے زخمی

بدن سے خون زباں سے کلمۂ توحید جاری تھا
جگر پر زخم کاری تھا لبوں پر شکر جاری تھا

خدا کی یاد میں مصروف تھے اور حامد و شاکر
رہے اُس بھوک میں ثابت رہے اس پیاس میں صابر

محبت آلِ پیغمبر کی تھی ہر بات سے ظاہر
عبادت میں خدا کی رنج میداں میں بھی حاضر

سبھوں نے تیر ناوک کھائی میدانمیں شجاعت سے
نمازِ عصر مقتل میں پڑھی لیکن جماعت سے

ناظرین ہر چند کہ آپ کو معلوم ہے کہ جسطرح پر آپ کے آقا نے نماز پڑھی تھی۔ مگر بنظرِ آگاہیِ عام کچھ اُسکا حال لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ یاورانِ سید الشہدا کی جانثاری بطور عجیب ظاہر ہوجاوے۔ بروزِ عاشورا وقتِ ظہر لشکرِ شام نہایت شورش

پر تھا کیونکہ سوائے اٹھارہ بنی فاطمہ اور بعض انصار کے اور سب اسوقت تک شہید ہو چکے تھے۔ مظلوم کربلا نے اس لشکر شام سے بصد دقت اجازتِ نماز حاصل کی مگر پورا اطمینان نہ تھا کہ وہ گروہ شقاوت پژوہ بآسانی نماز پڑھنے دے۔ لہذا آپ نے بقیہ اعوان و انصار سے اُس نماز کو بطریقِ خوف اِس طرح ادا کیا کہ ظہیر ابن قین و سعد ابنِ عبداللہ سے فرمایا کہ تم دونو میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح میں ارکانِ نماز میں کج و راست ہوں اُسی طرح تم بھی ہوتے رہو تاکہ ہماری اور تم سب کی نماز ادا ہو جاوے یہ سنکر ~

ظہیر قین اور سعد ابنِ عبداللہ دیں پرور
جماعت سے نماز ظہر جب پڑھنے لگے سرور
جو تیر آگے سے آتا تھا جگر پر روک لیتے تھے

ہوئے آگے کھڑے شبیر کے سینہ سپر ہو کر
لگے چلنے اودھر سے دشمنوں کے وار دونوں پر
جو تیغ اوپر سے آتی تھی تو سر پر روک لیتے تھے

جو لگتا تیر سینہ پر تو حق کا شکر کرتے تھے
نہ مر جانے کا کچھ غم تھا نہ سر کٹنے سے ڈرتے تھے
کھڑے اپنی جگہہ پر جھومتے تھے شیر سے زخمی

نہ بڑھتے تھے نہ ہلتے تھے نہ گرتے تھے نہ پڑتے تھے
نہ بڑھتے تھے نہ ہلتے تھے نہ گرتے تھے نہ پڑتے تھے
جگر تیروں سے تھا مجروح سر شمشیر سے زخمی

لگا آنے جب اُنکو غش ہوئے اُس دم بہت مضطر
تضرع کرتے تھے اللہ سے اے خالقِ اکبر
الٰہی بیوفائی کی ہماری زندگانی نے

لگے گھبرا کے ہر دم دیکھنے حضرت کو مڑ مڑ کر
نہیں فارغ ہوئے تیری عبادت سے ابھی سرور
نہیں پھیرا اسلام افسوس ابھی ٹہر کے جانی نے

الٰہی تو مدد کر ہم خجل ہوتے ہیں سرور سے
الٰہی مرتے دم رخصت تو ہو لیں ابن حیدر سے
خداوندا توقف دے کہ اک دم جی سنبھل جائے

الٰہی سرخرو کر ہمکو تو سبطِ پیمبر سے
الٰہی منہ تو مل لیں اپنے اُس پائے مطہر سے
قدم تک شاہ کے پہنچے یہ سر پھر دم نکل جائے

یہ کہتے ہی مگر اسعد ابن عبداللہ غش کھا کر	ظہیر قین تنہا رہ گیا استادہ اس جا پر
ہوئے فارغ نماز ظہر سے جب سبط پیغمبر	تو دیکھا مر گیا سعد ابن عبداللہ دیں پرور
ہو جاری ہو زخموں سے پڑا ہو خاک پر زخمی	جگر زخمی ہے دل زخمی ہے تن زخمی ہے سر زخمی

اللہ اکبر امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کا مثل دنیا کی تاریخوں میں نہ ملے گا۔ ناظرین خدارا انصاف کرو ایک یہ انصار تھے جنہوں نے سینہ پر تیر کھائے۔ اور امام کے سامنے سینہ سپر رہے اور وہ بھی اصحاب کہے جاتے ہیں جو مسجد میں نبی کو تنہا چھوڑ کر نیت نماز کو قطع کر کے بازار میں سودا خریدنے چلے جاتے تھے پس جناب امام حسینؑ کا اپنے جمیع اصحاب کو صحابۂ رسول پر فضیلت دینا بوجوہات بالا یگانہ تھا۔ قصہ کوتاہ جناب سید الشہدا نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں تمکو خوشی رخصت کرتا ہوں اور اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے نکالے لیتا ہوں اس اندھیری رات میں تم جہاں جاسکو چلے جاؤ۔ میری موجودگی میں یہ سپاہ تم سے مواخذہ نہ کرے گی۔ اللہ اکبر ابتدائے آفرینش عالم سے اسوقت تک گروہ بنی آدم میں ایسا ذی حوصلہ دل و جگر آدمی نہیں گذرا جیسے کہ جناب امام حسین علیہ السلام تھے غور کیجئے کہ فوج مخالف کی وہ کثرت۔ کربلا کا وہ میدان وحشت خیز و پر آفت اور ایسے وقت میں سپاہ کی رخصت۔ مگر قربان وفاداری انصار سید الشہدا سب نے متفق ہو کر عرض کیا اے مولا خدا وہ روز بد نہ لائے جو ہم آپ سے جدا ہوں ؎

سب یہ چلائے کہ اے لخت دل شیر خدا	ہم کبھی آپ کے قدموں سے نہ ہوویں گے جدا
آپ کی جان پہ یہ سر بھی فدا گھر بھی فدا	ہم غلاموں کو نہ پھر وقت یہ ہاتھ آئیگا
ہم کو شرمندہ رسول عربی سے نہ کرو	ہمکو محجوب حسنؑ اور علیؑ سے نہ کرو
ہم نہ قدموں سے شہ دین کے جدا ہوویں گے	تمکو چھوڑیں گے تو مردود خدا ہوویں گے

پیاسے مرجائیں گے تو حق سے ادا ہو دینگے | چشم کو آپ کے ہم زیر لوا ہو دیں گے
پھر نہ یہ وقت یہ میدان نہ ہاتھ آئے گا | گر سپرے تیسے تو ایمان نہ ہاتھ آئیگا

اے مولا جب تک ہماری جانیں باقی ہیں آپ کی نصرت سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے تلوار سنبھالنے کی جس وقت تک طاقت ہے دشمنوں کی جان نکالنے میں تیز دستی کریں گے اگر ہمارے پاس کوئی حربہ نہ رہیگا تو ڈھیلے اور پتھر سے آپ کے دشمنوں کے سر و پا شکستہ کریں گے جب بالکل تھک کر نیم جان ہو جائیں گے۔ زبان سے نفرین کر کے اُنکا دل دکھائیں گے بخدا ہم اپنے ارادہ اور عقیدہ میں ایسے راسخ و مستحکم ہیں کہ اگر یہ معلوم ہو کہ ستر مرتبہ قتل ہو کر بالآخر جلائے جائیں گے اور خاک بالائے ہوا اڑائی جائیگی تب بھی آپ کی نصرت سے کہ عین عبادت ہے ہاتھ نہ اٹھائیں گے حقیقت میں ناصرانِ سید الشہداء نے جو زبان سے کہا تھا اُسکو کر کے دکھا دیا۔ شبِ عاشور کو امام حسین علیہ السلام کے انصارانِ باوفا نے ایک مجلس ترتیب دی جسکے میر اعلےٰ حضرت حبیب ابن مظاہر تھے۔ آپ نے جملہ یاورانِ سید الشہداء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بھائیو خدائے پاک اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرما

(ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات الیٰ آخرہ) یعنی اے مومنوں ہم تمہاری آزمایش کرینگے بھوک اور خوف اور نقصان مال و جان اور خرابی میوہ جات میں پس ممکن ہے کہ ممتحن حقیقی ہر مدات میں ایک دفعہ امتحان لے یا انکے اوقات مختلفہ ہیں۔ یا یہ کہ منجملہ خوف و نقصانِ مال وغیرہ کے کسی ایک مد میں اپنے بندوں کی آزمایش فرمالیوے۔ مگر نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ ہم عاجزوں اور بیکسوں کا تمام مدوں میں ایک دفعہ امتحان لیا گیا۔ بھوک کی حالت ظاہر ہے کہ ہمارا ساتھ اس خاندان سے ہے کہ جنہوں نے تین دن روزہ پر روزہ رکھا اور اپنی غذا یتیم و مسکین و اسیر کے حوالہ

کردی۔ خوف کی کیفیت دیکھ رہے ہو کہ اپنے عزیز و یگانہ سے دور ہو کر فوج مقہور میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ہر دم پیام مرگ پہنچ رہا ہے عباس نے پاسبانی حرم میں شدت ہراس سے اٹھارہ روز ہوئے کہ کمر نہیں کھولی اِس غضب کی گرمی میں حسین علیہ السلام نے غلبہ بیم سے خیمۂ حرم کے گرداگرد آگ روشن کر رکھی ہے۔ نقصان اموال و ثمرات جس کا آیۂ مبارکہ میں اشارہ کیا گیا ہے ظاہر ہے۔ زن و فرزند و املاک و باغات و نقد و جنس سب کو چھوڑا اور مظلوم کے ساتھ ہوئے۔ سوائے ازیں پرچہ جات امتحان میں پاس کا ذکر نہ تھا مگر تمنے انمیں بھی ایسی تعریف کے ساتھ پاس حاصل کیا کہ خود زبان امام سے کہ کم از ارشادِ خدا نہیں صحابۂ رسول پر اپنا فائق ہونا سن لیا لیکن کل ہمارا تمہارا امتحان اعلیٰ صیغہ میں ہوگا۔ اور وہ تمام مدات بھوک پیاس و خوف وغیرہ سے بمرتبہ بڑھا ہوا ہے کہ جسکی کوئی حدِ غایت قایم نہیں ہو سکتی۔ اسمیں کامیابی ہونی آسان نہیں کیونکہ وہ پرچہ جان سے تعلق رکھتا ہے۔ میں تم میں ایک مرد پیر و مسن آدمی گرم و سرد دیدہ ہوں اور تم سب ماشاءاللہ جوان و بچے ہو۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں اُسکی مشکلات سے گھبرا کر سادہ ورق ممتحن کے سامنے پیش کر دو اگر کل میدان مار لیا تو یاد رکھنا سب سے اول جو عہدہ ملیگا وہ رسالتمآب کے مصاحب ہو گے فاطمہ معہ خیلِ حوریان جنان تمہاری پیشوائی کو آئیں گی رضوان حلۂ جنت لائیگا ساقی کوثر آب کوثر کے چھلکتے ہوئے جام دینگے شراب طہورا کے قرابے دہنے بائیں رکھے ہونگے۔ غلمان پیالیاں بھر بھر کر پلائینگے دیکھو بھائی صبح دریائے بلا متلاطم ہو کر اہلبیت کی کشتی کو ڈبو دیگا۔ ذرا ثابت قدم رہنا دریائے بلا کی موجوں سے خوف کھا کر ہمت نہ چھوڑ دینا کیونکہ راہ رضا ئے حق جو ہے وہ بال سے باریک ہے۔ دریا کی ٹھنڈی ہوا کے سامنے بندِ قبا نکھولنا انکی موجوں کی لہراہٹ پر ترچھی نگاہ سے بھی نظر نہ کرنا۔ زیادہ پیاس سے بے چینی ہو تو اصغر شیر خوار کی تشنگی پیش نظر رکھنا۔ سب سے

پہلے اپنی جانیں نثار کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت کے عزیزوں اور جگر گوشوں کو خدانخواستہ تمہارے سامنے کوئی صدمہ پہنچے۔ اور فردائے قیامت سیدہؑ کے سامنے ہماری آنکھیں نیچی ہوں۔ پہلے تم سب ایک ایک ہو کر اپنی جان دیدینا۔ تم سب کے پیچھے انشاء اللہ قدم بقدم یہ خستہ ناتوان بھی پہنچ جائیگا۔ ہمارا تمہارا اسلام حضرتِ سیدالشہداء امامؑ کی جناب میں ایک دفعہ ہوگا۔ ایک طرف جنابِ عباسؑ اٹھارہ بنی فاطمہؑ کو ساتھ لئے ہوئے مشفقانہ سمجھا رہے تھے کہ اے میرے پیارو انصار محض خوشنودئی خدا و رسول کی غرض سے ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے بال بچوں کو چھوڑا وطن سے بیوطن ہوئے۔ زراعت واملاک پر خاک ڈالی اور ہمارے ساتھ سر بکف ہوگئے۔ ان کا استحقاق انصافاً بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ تمکو لازم ہے کہ انصار سے پہلے اپنی جانوں کو فدا کردو۔ اور حضرت کی طرف سے اطمینان رکھو۔ جب تک میں زندہ ہوں انشاء اللہ بھائی کو اس فوج کے حملوں سے بچاؤں گا سایۂ علم سے حرارتِ آفتاب کو روکوں گا خیمۂ الحرم میں بھی یہی انتظام درپیش تھا۔ ہر بی بی جدا جدا تصدق کے اہتمام میں مصروف تھی قاعدہ ہے کہ نزولِ بلا کے وقت صدقہ سے اس کی روک کیجاتی ہے حسین علیہ السلام کے لئے ہر اولاد والی بی بی نے اپنے بچوں کو صدقہ دینے کیلئے آراستہ کیا تھا جناب امّ کلثوم نے چونکہ لاولد تھیں لہذا اس سب اپنی بے بسی سے جو صدمہ اٹھایا بیان نہیں ہو سکتا جناب معظمہؑ اپنے دل میں یہ سوچ سوچ کر گھلی جاتی تھیں کہ کل صبح تمام بی بیاں اپنا اپنا صدقہ پیش کریں گی۔ اسوقت میں فرطِ ندامت سے بے موت مرجاؤں گی۔ یہ دیکھکر جناب عباسؑ نے فرمایا کہ اے بہن آپ گھبرائیں نہیں مجھکو اپنا فرزند قرار دیکر پیش فرماویں۔ انشاء اللہ میدان میں پوری جانفشانی کرکے آپ کا نام روشن کروں گا۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ یازدہم

عزیز اور انصار کا حال تو سن لیا لونڈی غلاموں کی بھی وفاداری دیکھو۔ جناب فضہ کنیز فاطمہ علیہ السلام جنکی کنیزی کا شاہانِ ہفت اقلیم کی بیٹیوں کو فخر ہے جناب زینبؑ کی خدمت سے ایک دم کو جُدا نہ ہوئیں قیدخانہ میں ساتھ ساتھ رہیں اور ہر دُکھ درد و رنج والم میں پوری وفاداری دکھلائی یہانتک کہ جب یزید نے دوبارہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو گرفتار کرکے شام میں بلوانا چاہا یہ اُسوقت بھی حضرت زینبؑ کے ہمراہ باوصف ضعف پیری و ناتوانی روانۂ شامِ ناکام ہوئیں اور بالآخر انہیں کی قبر پر پاسبانی کرکے روتی روتی جاں بحق ہوگئیں۔ شیریں آزاد کردہ جناب امام حسین علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ میری بی بی شاہ زنان جناب شہربانو کا گھر لٹ گیا بچے مارے گئے تاج و تخت اولٹ گیا۔ اُس نیزہ کے نیچے کہ جسپر امام حسینؑ کا سر پاک نصب تھا اسقدر چیخی کہ سر و سینہ کو ملتے کوٹتے مرگئی۔ ہند زوجۂ یزید نے چونکہ ایک وقت میں اہلبیت کی خدمت کا شرف حاصل کیا تھا امام حسین علیہ السلام کے صدمۂ شہادت سے یہ حال بنایا کہ تاج و تخت چھوڑکر سر برہنہ ہوگئی۔ جسوقت کہ اسیرانِ اہلبیت یزید کے سامنے پیش کئے گئے اُس نے ایک نابینا غلام کو دیکھا کہ قیدیوں کے پیچھے کھڑا ہوا رو رہا ہے یزید نے اسکو سامنے بلاکر پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں شاہزادہ علی اکبر کا غلام ہوں۔ یزید نے کہا کیا نابینا کیا خدمت کرسکتا ہے۔ شمر نے دست بستہ ہوکر عرض کیا

کہ اے امیر یہ شخص بنیا تھا مگر جسوقت علی اکبر گھوڑے سے گرکر شہید ہوا ابن غلام نے یہانتک اپنے منہ پر طمانچے مارے کہ بالآخر اندھا ہوگیا چونکہ حضرات اہلسنت اہلبیت کے فضائل و مصائب دیکھنے اور سننے سے بوجہ بعض خیالات و قیود مذہبی گریز فرماتے ہیں۔ لہذا اُنکو واقعاتِ گذشتہ پر پوری اطلاع نہیں ہیں کہہ سکتا ہوں کہ اگر عزیزان و غلامان و اصحاب و انصارِ حسینؑ کی جانفشانیوں پر مولوی جہانگیر خانصاحب کو اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز ایسے عزیزان اور غلاموں کا ذکر زبان پر نہ لاتے جنہوں نے حضرت عثمان کی اعانت میں غلامانہ وفاداری کو جامۂ بیوفائی پہناکر اپنے آقا کی ٹانگ کو کتوں سے توڑ وا یا اور مفسدانِ مصر و محمد ابن ابی بکر سے بیچارہ کی چٹی ڈاڑھی کو نچوایا۔ ناظرین بھی گھبرا گئے ہونگے کہ عجب اُن تھک اور خشک دماغ سے پالا پڑا ہے کہ جسکا قلم تھمتا ہی نہیں کچھ نہ کچھ بکے چلا جاتا ہے ایک بات شروع کرکے ہزار شاخیں نکالدیتا ہے۔ کہاں عبداللہ ابن سبا کا قصہ اور کجا یہ معاملات۔ میں ناظرینِ خوش آئین سے معافی خواہ ہوکر یہ عرض کرتا ہوں کہ ابھی میری سیری نہیں ہوئی اگر حیات باقی ہے تو انشاءاللہ کئی برس کے پرچوں میں اسکو ختم کیا جائیگا۔ مگر ضمناً بہت سے مضامین بیان کرکے آپ کا دل خوش کردونگا۔ مگر اسوقت اس تمام طول کلامی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہلسنت اپنے بڑے بوڑھوں کو شیعہ بیان کرکے خواہ مخواہ انگلی کٹاکر شہیدوں مین داخل ہونا چاہتے ہیں اگر حسب اعتراف شاہصاحب عبداللہ ابن سبا کی پُر مکر و فریب باتوں سے نفرت کرکے پیشیانِ اہلسنت نے شیعۂ اولی و شیعۂ المخلصین کے دائرہ میں قدم رکھا تھا تو متاخرین نے بخلاف اُن کے یہ کیا رفتار اختیار کی کہ حضرت امیر کو ناقابلِ انتظام خلافت سمجھکر اُن کے زمانہ کو حسب تصریحات بالا مندرجہ سلسلہ ہشتم منبع فتنہ و فساد جانا اور عداوتِ مرتضوی کو جو کے دائرہ یا مرض

کے انڈے کی برابر طبیعت میں جگہہ دینا جزو ایمان و علامت سنیت سمجھا اور یزید کو امام ششم یا ہفتم سمجھکر مومن کامل و قتل حسین علیہ السلام میں برسر حق اعتقاد فرمایا اور تمام اہلبیت رسول کو جاہل و ضعیف و لاشے و نا معتبر قرار دیکر قابل اخذ روایات نہ سمجھا۔ اور شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کو باعث توہین کہکر شیعہ کو باین الفاظ (مولوی جہانگیر خانصاحب و عالم سنی نے جن سے مردرافضی نے حضرت عثمان کی ٹانگ کا حال پوچھا تھا) طعنہ دیا کہ شیعہ اپنے گریبان میں پہلے مونھہ ڈالیں اور پھر نعش عثمان کا ذکر زبان پر لائیں وغیرہ وغیرہ۔ مولوی جہانگیر خانصاحب کے اس فقرہ نے کہ شیعہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور ہماری مظلومیت کی داد دیں۔ اس پردہ کو بالکل اٹھا دیا جسکی گھونگھٹ میں حضرات اہل سنت ولائے اہلبیت کی لاف زنی سے گرم زبان ہوتے ہیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ایسے دو شخصوں کی محبت جو کہ باہم ضد و خلاف رکھتے ہوں ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتی ہمکو زیادہ ثبوت دینے کی اس بات میں ضرورت معلوم نہیں ہوتی لہذا اس کلیہ کو ایسے ظاہر طریقہ سے ثابت کرتے ہیں کہ جسکو ہر انسان بشرطیکہ آدمیت رکھتا ہو مان جائے لیجئے دو دوائیں متضاد جنمیں قوت مسہلہ و تاثیر قبض وغیرہ ہووے ایک جلسہ میں کھائے اور پھر کسی طبیعت کو نبض وقارورہ دکھائے اگر آپ کو حالت اعتدال پر بتا دیوے تو ہمارے کلیہ کو غلط سمجھئے۔ اہل سنت خاندان رسالت کے ایسے پکے دشمن ہین کہ اپنے چچا زاد بھائی خوارج سے دو چار انگشت بڑھے ہیں۔ اہل خروج ایک نوع سے مرد ثابت ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ علانیہ دشمنی رکھکر خلائق کو دھوکہ اور مغالطہ میں نہیں ڈالتے سنی صاحب بخلاف خوارج در پردہ عداوت رکھتے ہین اور بظاہر شیعہ کے سامنے دبی اور مری زبان سے کہدیتے ہیں کہ عدو دے

اہلبیت جہنمی ہے جیسا کہ شاہ صاحب نے اپنے قدیم بزرگواروں کا شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے یزید جیسے بدکار و نابکار کی طرفداری میں جو علمائے اہلسنت نے گرم کلامی کی ہے اسکو میں پہلے دکھا چکا ہوں اب خلیفہ پنجم حضرت معاویہ کے کچھ حالات لکھتا ہوں۔ سُنی صاحبان لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے کہدیا کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام وحاکم شام میں کوئی عداوت نہ تھی بلکہ حضرت معاویہ کو ایک دھوکا ہوگیا تھا جس سے اُنکو حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے کا موقعہ پیش آگیا اور وہ مغالطہ یہ تھا کہ ایک روز حضرت علیؑ نے معاویہ صاحب سے کہا کہ میاں معاویہ تم حضرت کے پاس اکثر جاتے آتے رہتے ہو بھلا اسکا تو پتہ چلاؤ کہ بعد آنحضرت متمکن سریر خلافت کون ہوگا۔ یہ سنکر حضرت معاویہ رسولخدا کی خدمت میں گئے اور ادھر ادھر کا ذکر چھیڑ کر پوچھنے لگے کہ حضرت یہ تو بتلایئے آپکے بعد تخت خلافت پر کون شخص جلوہ افروز ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین معاویہ نے پوچھا پھر کون ہوگا آپ نے جواب دیا کہ پوچھنے والا۔ اس چیستاں کا اہل سنت یہ حل بتاتے ہیں کہ اصل دریافت کرنیوالے چونکہ جناب مرتضوی تھے لہذا پوچھنے والے سے آنحضرت کا یہی مقصد تھا کہ آپکے واسطے سے جس نے اس گرہ کا کھولنا چاہا ہے وہی چوتھے درجہ پر خلیفہ ہوگا۔ حضرت معاویہ اپنی سادگی سے یہ سمجھ گئے کہ اسوقت تو پوچھنے والا میں ہوں۔ پس حضرت کا یہی منشا ہے کہ اُن تینوں میں ایک چوتھے تم بھی ہو واقع مین حضرت معاویہ کی سمجھ قابل داد ہے مگر سب سے زیادہ تعجب دلانے والی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن جن اہل سنت نے آنحضرتؐ کے ارشاد سے بلا اظہار اسمیت چوتھے درجہ پر حضرت علیؑ کا خلیفہ ہونا سمجھا ہے وہ فہم و فراست میں حضرت معاویہ پر فوق لیگئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ احادیث بنانے میں تو اہلسنت ایسا

مادہ اور ملکہ اور طبیعت موزوں رکھتے ہیں۔ جیسا امریکہ وجرمن والے کلوں اور پیچوں اور بندوقوں کے بنانے میں۔ خدا درجات عالی کرکے جناب ابوہریرہ کا حشر پیشوایان اہلسنت کے ساتھ کرے جو کہ حدیث بنانے کو اُلٹے ہاتھ کا کھیل سمجھتے تھے۔ اِدھر کوئی ضرورت پیش ہوئی اور اُدھر حضرت ابوہریرہ نے اپنی زنبیل سے اچھی خاصی گھڑی گھڑائی بنی بنائی حدیث نکال کر رکھدی۔ مشہور ہے کہ مکہ میں ایک مرتبہ مسمے عکہ کنجڑے کی پیاز بکنے سے رہ گئی اس نے حضرت ابوہریرہ کے پیر آپکڑے کہ حضرت میں تو مارا گیا مدتوں کا نفع پیاز لے بیٹھی خدارا کوئی مضمون بناکر اسے بکوا دیجئے ورنہ میرا دیوالہ نکلا چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ یاروں کا حق دلواؤں تک اگر چھلکا باقی رہے تو ہمارا ذمہ۔ اس نے مٹھی گرم کردی۔ آپنے دیوار کعبہ پر کھڑے ہوکر کہدیا کہ (سمعت عن رسول اللہ من اکل بصل عکۃ فی مکۃ وجبت لہ الجنۃ) یعنی ایہا الناس میں نے سنا ہے رسولخدا سے کہ آپنے فرمایا جس نے عکہ کی پیاز مکہ میں کھائی اسپر جنت واجب ہوگئی اس زمانہ کے ذی عقل آدمی سننے والے اور ابوہریرہ سا سچا راوی اب کیا تھا عکہ کے گھر کے تو تک اوڑ گئے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ کو یہ سنکر بڑا طیش آیا۔ کہلا بھیجا کہ موئے ڈمے گئے گردن کٹے افترا پرداز کیوں طوفان بندیاں کرتا ہے حضرت نے یہ کب فرمایا تھا۔ اس نے کہا بی بی صاحب سے میرا دست بستہ سلام عرض کرکے کہنا کہ حضور کو یاد نہیں رہا آپکے والد ماجد کی خلافت کیواسطے جب آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا اسی جلسہ میں یہ حدیث بھی بیان ہوئی تھی۔ یہ پتے کی بات سنکر بی صاحب ہنس کے چپکی ہو رہیں۔ اگر کتب احادیث اہلسنت کی پڑتال کرکے راویوں کی فہرست چھانٹی جائے تو غالباً نقل روایات میں حضرت ابوہریرہ سب سے بڑھے رہیں گے۔ جناب مولانا ومقتدانا مولوی حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ایک کتاب مسمی بہ شوارق النصوص لکھی ہے جسمیں ثابت کردیا گیا ہے کہ خلفاء ثلاثہ

کے فضائل میں جسقدر احادیث بطریقِ سنیّہ وارد ہوئی ہیں وہ سب بنی امیّہ بنی عباس
کے زمانہ میں قیمتاً تیار ہوئی ہیں۔ دیا حضرت ابوہریرہ نے بی بی عائشہ کی خوشنودی سے
جودتِ طبعی کو دخل دیا ہے۔ الحاصل گو کہ اہلسنّت زبانی محبّتِ اہلبیت کا دعویٰ کرتے ہیں
مگر کسی طرح اسمیں سچّے نہیں کیونکہ دشمنانِ خاندانِ نبوّت سے انتہا درجہ کا میل جول
درابط وضبط رکھتے ہیں۔ دیکھیے حضرت معاویہ جنکا ذکر میں نے شروع کیا ہے جنابِ
مرتضوی کے کیسے دشمنِ جانی تھے ابرابر لوگوں سے علانیہ لعن کراتے تھے اور خود بھی
کرتے تھے۔ عالموں کے نام تاکیدی پروانے جاری ہوتے تھے کہ کوئی شخص علیؑ کی فضیلت
بیان نہ کرے بلکہ جہانتک ہوسکے اُنکی رزالت وتنقیص مرتبت شایع کرکے لوگوں کی
طبیعت کو اُن کی محبت وپیوستگی سے ہٹایا جاوے جسکو علیؑ کا دوست دیکھو گھر جلا دُ
قتل کرو مال لوٹو ہر طرح کی ذلت وتکلیف دو۔ ہرچند کہ اُنکی تمام حرکاتِ ناشایستہ کا جنکو
اہلبیت کے مقابلہ میں برتا گیا ہے احصا کرنا میرے حدِّ امکان سے باہر ہے۔ مگر بطورِ نمونہ
چند روایات پیش کرتا ہوں۔ جلد اوّل تاریخ ابوالفدا کے صفحہ (۲۱۲) پر لکھا ہے

کان خلفا ابنی امیہ یسبّون علیا من سنتہ احدیٰ واربعین وہی السنتہ التی خلع الحسن فیہا
نفسہ من الخلافتہ الی اوّل سنتہ تسع وتسعین آخر ایام سلیمان ابن عبدالملک فلمّا ولّی عمرا
بطل ذالک وکتب الی نوابہ بابطالہ ولمّا خطب یوم الجمعتہ ابدل السّب) خلاصہ
کلام یہ ہے کہ بحکمِ خلفاء بنی امیہ از ابتدائے سنہ ۴۱ ہجری لغایت سنہ ۹۹ ہجری علانیہ ممبروں پر
حضرت علیؑ کو لعنت کیا جاتا تھا اور جمعہ کے خطبوں میں بھی لعن کیا جاتا تھا سنہ ۹۹ ہجری
میں عمر ابن عبدالعزیز نے اُسکو موقوف کیا۔ پھر اسی تاریخ کے صفحہ (۱۹۶) پر لکھا ہے (وکان
معاویتہ وعمّالہ یدعون بثمان فی الخطبتہ یوم الجمعتہ یسبّون علیا ولما کان المغیرۃ متولی

الکوفتہ کان یفعل ذالک طاعتہ لمعاویتہ وکان یقوم حجر وجماعتہ معیہ فیردون علیہ سبتہ
یعنی فلما ولی زیاد دعی لعثمان وسب علیاً) جمعہ کے خطبوں میں معاویہ اور اُن کے
عامل حضرت عثمان کے لئے دُعا مغفرت کرتے تھے۔ اور علیؑ کو سبّ یعنی لعنت کیا کرتے
تھے۔ ایسے ہی مغیرہ گورنر کوفہ معاویہ کا دل خوش کرنے کیلئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہر
جمعہ کو کیا کرتا تھا۔ جبکہ بعد مغیرہ زیاد حاکم کوفہ ہوا اُس نے بھی وہ ہی عمل شروع کر دیا جسکو
بغرض خوشنودی معاویہ مغیرہ کرتا تھا۔ تاریخ ابو الفدا اہلسنت کے نزدیک نہایت سچی تاریخ
ہے جس سے حضرت معاویہ کا ارتباط جناب علی علیہ السلام کے ساتھ دکھایا گیا مگر بخیال اطمینان
حضرات اہلسنّت صحاح کی بھی ایک روایت پیش کیجاتی ہے۔ تاکہ کسی کو مجال دم زدن
باقی نہ رہے صحیح مسلم کی جلد دوم صفحہ (۲۷۸) پر لکھا ہے (عن عامر بن سعد بن ابی وقاص
عن ابیہ قال امر معاویتہ بن ابی سفیان سعد افقال مامنعک تسب اباتراب) سعد ابن ابی
وقاص سے معاویہ نے دریافت کیا کہ آپ کیلئے کونسا امر مانع ہے جو علیؑ پر لعنت نہیں کرتے
اس مسلم والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی کرتے تھے اور لوگوں سے بھی لعنت کراتے
تھے اور جو شخص اُنکے کہنے کے بموجب کرنے میں کراہت کرتا تھا اُن سے تعجباً پوچھتے تھے
کہ آخر فرمائیے تو سہی آپ کو کون امر مانع ہے جو لعنت کرتے نہیں۔ سوائے ازیں ابوالحسن
علی بن محمد ابن یوسف مدائنی سے کتاب الاحداث میں بزبان عربی ایک طولانی روایت ہے
جسکا ماحصل اردو میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ بعد مستوفی ہونے امام حسن علیہ السلام کے معاویہ
خلیفہ مقرر ہوا اور اہل اسلام نے اُسکی خلافت پر اتفاق کیا تو اس نے اپنے عاملوں کو لکھا
کہ اہلبیت کی تعریف کرنے والوں کو فضائل بیان کرنے سے روکو اور بجائے اُسکے لعن و تبرا
کو تعلیم دو پس خطیبوں نے ممبر پر چڑھکر بخوشنودی معاویہ علانیتہ تبرا کرنا شروع کر دیا وہ وقت

شیعیان علیؑ کے لئے نہایت ناموافق تھا۔ زیاد بن سمیہ جو کہ حضرت امیر کی رفاقت میں رہا تھا اسکو بصد جبر و تعدّی پتھر کے نیچے دبا کر مار ڈالا۔ اور دست و پا قطع کر کے بہ ہزار شدائد و عقوبت درخت میں لٹکا دیا اسوقت کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو ظاہر طور پر شیعہ ہونیکا نام لیتا ہو۔ معاویہ نے اپنے عہدہ داروں کو یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ بوترابیوں کو سر رشتہ سے نکالدو اور آیندہ ہماری قلمرو میں کسی کو نوکری ندو شیعیانِ علیؑ کے گھر کھود کر بالکل نیست و نابود کر دو اسوقت کوئی شیعہ اپنے دوست سے بظاہر ملاقات نہ کر سکتا تھا جسکو انتہا درجہ کا محب سمجھا جاتا تھا اس سے مخفی طور پر راتوں کو ملتے تھے۔ یہانتک جبرِ معاویہ سے لوگ خائف ہو گئے تھے کہ لونڈی غلاموں سے دست بستہ مستدعی ہوتے تھے کہ خدا را ہمارا راز کسی دشمن پر افشا نہ کرنا ورنہ ابھی پکڑے جائیں گے ۵۷ھ میں جو باغی لوگوں سے خیرخواہانِ سرکار کو خوف تھا اس سے کچھ بڑھا ہوا جناب معاویہ کے عہد میں شیعوں کو اضطراب ہو رہا تھا۔ بعد وفاتِ امام حسن علیہ السلام شیعہ بالکل بے والی و وارث بنگئے تباہ و پریشان ہو کر اطرافِ عالم میں آوارہ و منتشر ہو گئے۔ اسی عرصہ میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور مروانیوں کا ستارہ چمکا۔ عبد الملک جسکو اہلسنت آٹھواں یا نواں خلیفہ منجملہ خلفاء دوازدہ گانہ کے بتلاتے ہیں کچھ ایسی سفاکی سے زیب دہ تختِ خلافت ہوا۔ کہ معاویہ و یزید کو بھی شیعہ پر تعدّی کرنے میں طاق پر بٹھا دیا۔ اس وقت مین علامتِ تقویٰ و طہارت بغضِ علیؑ قرار دی گئی تھی۔ فقط +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصویر غالب و مغلوب

سلسلۂ دوازدہم

چونکہ حسب تصریح بالا معاویہ و مروان و عبدالملک وغیرہ کے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار وہی گنا جاتا تھا جسکو بغض و عداوتِ مرتضوی میں کمالیت حاصل ہوتی تھی۔ محبت و عداوت امورِ قلبیہ سے ہیں اُسکا اظہار سوائے مقلب القلوب کے عامۃ الناس پر حرکات و افعال سے ہو سکتا ہے۔ معاویہ وغیرہ کے زمانہ میں چونکہ علی الاعلان بندگانِ مرتضوی کی خدمت میں گستاخی کیجاتی تھی لہذا اُسوقت عابد ترین وہی خیال کیا جاتا ہوگا جسکو حضرت امیر پر سبّ و شتم کرنے میں پوری بے حجابی و مطلق العنانی ہوگی۔ اس زمانہ میں چونکہ مروانیہ و عبّاسیہ کو تسلط نہیں۔ اور اس وجہ سے اہلسنّت جو کے دانہ یا مرغی کے انڈے کی برابر مخفی طور پر باتباعِ سنتِ معاویہ و یزید خاندانِ نبوّت سے عناد رکھنا از جملۂ ضروریاتِ دین سمجھتے ہیں۔ لہذا اب مشکل ہوگئی ہے کہ اُنہیں سے زیادہ تر متقی کسکو سمجھا جائے اُن کی ایک علامتِ آشکار و ظاہر تر بیان کیجاتی ہے جس کی معمول سے زیادہ نیچی داڑھی اونچا پاجامہ ہاتھ میں کاٹھ کی تسبیح یا ہو یا حق یا پیر دستگیر زبان پر جاری دیکھیں فوراً بلا تکلف سمجھ لیویں کہ یہ شخص مرغی کے انڈے کی برابر خاندان نبوّت سے عناد رکھنے والوں میں سے بلکہ بڑا پکا اشد الناس معاویہ شاہی عبدالملک وغیرہ کے زمانہ کا پورا متقی ہے۔ حضرت علویہ کے یہ جملہ حالاتِ متذکرہ بالا متقدمینِ اہلِ سنت کے بیان کئے ہوئے میں نے عرض کئے ہیں۔ شاید بوجہ حسنِ ظن بعض سنیون کو یہ خیال پیدا ہو کہ ایسے کیا بالکل ہی پتھر پڑ گئے

تھے کہ حضرت معاویہ جنابِ امیرؑ کو لعن کیا کرتے تھے اور موالیانِ اہلبیت کے قتل پر ہر وقت تلوار میان سے باہر نکلی رہتی تھی اور دوستدارانِ خاندانِ نبوّت کی موقوفی کے احکام عالموں کے نام جاری ہوگئے تھے۔ اُن کے اطمینانِ خاطر کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اب دیکھ لو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے جہاں جہاں اُن لوگوں کی ریاستیں اور حکومتیں ہیں جو کہ معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہ کو خلیفۃ اللہ جانتے ہیں شیعیانِ علیؑ کو نوکر نہیں رکھتے۔ ٹونک بھوپال چھتاری وغیرہ میں اگر جاکر تلاش کرو تو ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جو کہ جناب مرتضویؑ کو خلیفۂ بلافصل جانتا ہو۔ متقدمین کے اقوال سے تو حضرت معاویہ کا پورا حال میں بیان کر چکا اب متاخرین کے ترانے بھی سن لو۔ ملکِ اودھ ضلع لکھنؤ میں ایک قصبہ کاکوری ہے وہ خطہ باعتبارِ مقدرت و مردم خیزی ہندوستان میں خاص گنا جاتا ہے اُس قصبۂ مبارک میں مولوی مسیح الدّین صاحب بڑے مشہور عالم گذرے ہیں اُنہوں نے ایک کتاب مسمّٰی بہ تاریخ الخلفا تصنیف فرمائی ہے۔ چونکہ مولوی صاحب ممدوح نے خلفا کے حالات زیبِ قلم فرمائے ہیں لہٰذا اپنے پیر و مرشد خلیفۂ پنجم یا ششم حضرت معاویہ کے حالات بہ نظرِ خیر و برکت اُس کتاب کے صفحہ (۳۵) پر بہ این عبارت لکھے ہیں +

(نقل عبارت جناب مولوی مسیح الدّین صاحب مندرجہ صفحہ (۳۵) کتاب تاریخ الخلفا)

ہمارا عقیدہ بہ تقلید اکثر علماء اہلسنّت کے یہ ہے کہ جب حضرت سبطِ اکبر حسنؑ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ وسلام اللہ علیہ نے بعد استقرارِ خلافت کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کسی حرکتِ بدقابلِ انکار کا ان سے صادر ہونا بروایتِ صحیح متواتر یا مشہور ثابت نہیں ہے۔ اِلّا دو امر ایک بعد وفات سبطِ اکبر علیہ السلام کے یزید کا اپنی حالتِ حیات میں ولیعہد مقرّر کرنا باوصف اُسکی ابتدا کے معاصی میں۔ تو ممکن ہے کہ وہ اُنکی حیات میں

معاصی کا مرتکب ہو یا محبت فرزندی نے اُس کے عیوب سے نابینا کر دیا ہو - اور دوسرے امر کے ذکر کو ہر گز جی نہیں چاہتا - مگر منصب وقائع نگاری جو اختیار کیا ہے - اُس نے اِس کے ذکر پر مجبور کیا ہے - یعنی یہ معاوضے اور بدلے میں جو سبّ و لعن کی خطبوں میں غیر مستحقین پر یعنی (علی علیہ السلام پر اور اولاد علی علیہ السلام پر) انہوں نے راہ نکالی جو طریقہ سارے خلفاء بنی امیہ میں عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے وقت تک جاری رہا - البتہ نہایت قابل نفرت و انکار رہے اور ہمکو یقین ہے کہ وہ اپنے دل میں خوب سمجھتے تھے کہ بہ مضمون حدیث شریف کے سب اور لعن غیر مستحق پر خود سالب اور لاعن پر پلٹ آتی ہے - باوصف اس کے شدتِ طبع اور سلطنت اور مصلحت عظمٰے اُسکے جوان کے دل میں تھی - اُس نے اس ظاہری غیر قلبی سبّ و لعن کے عیب سے انکو اندھا کر دیا تھا - یعنی انکی سمجھ یہ تھی کہ اگر وہ عوض نہ لے سکے تو اُن کے معاون و انصار مبادا یہ سمجھین کہ وہ مستحق سبّ و لعن کے ہیں بخلاف طرف ثانی کے تو سلطنت اور حکومت میں فتور واقع ہوگا) اب ہمکو یہاں سخت تعجب ہے کہ جناب امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ نے کیوں سبّ و لعن اعداء و مخالفین پر فرمائی انتہٰی کلمہ مولوی صاحب موصوف حضرت معاویہ کو خلیفہ برحق و جائز الاطاعت سمجھکر اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ معاویہ میں کوئی نقص و عیب نہ تھا جسکو قابل انکار سمجھا جائے کیونکہ روایات صحیح و متواتر سے کسی عیب کا اُن کی ذات سے صادر ہونا سوائے دو امروں کے ثابت نہیں ہوا کہ وہ دو امر جنکو فرد بدرات مین مولوی مسیح الدین صاحب نے درج فرما کر اپنے حسن ظن سے انکی اصلاح فرمائی ہے روایات صحیحہ و متواترہ سے ثابت ہیں اور جو بات کہ اس طریقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اُسپر کبھی کسی شخص کو انکار کرنے کا موقع نہیں ملسکتا - پس اہلسنت کو یقین کر لینا چاہئے کہ حضرت معاویہ

کی حرکاتِ ناشایستہ بروایاتِ صحیحہ و متواترہ حسب اقرار مولوی مسیح الدین ثابت و محقق ہو چکے ہیں اور وہ ایسے مکروہ و نفرت انگیز ہیں کہ جن کے بیان کرنے کو مولوی صاحب کا دل گوارا نہ کرتا تھا۔ اگر وہ باقرارِ خود پابند سلسلۂ وقائع نگاری نہوتے تو غالباً ان معاملات کا ذکر نہ کرتے۔ مجھکو نہایت تعجب ہے درحالیکہ حسب اقرار مولوی صاحب ممدوح حضرت معاویہ کی ذات سے دو امر ایسے مکروہ واقع ہو چکے تھے کہ جن سے وہ اُن کا اندھا ہونا بالفاظِ روشن بیان فرماتے ہیں تو پھر اُن کو رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ جائز کیوں لکھا اور اسپر بھی اکتفا نہ فرماکر یہ ترقی دی کہ اُن میں سوائے دو امروں کے اور کوئی عیب و نقص قابلِ انکار نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کی تحقیقات میں حضرتِ معاویہ سرتاسر حسن تھے۔ مگر دو عیبوں نے اس خوبصورت تصویر کو بدنما اور میلا کردیا تھا۔ شاہصاحب نے بھی تحفہ میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ سے ایسے قبیح افعال سرزد ہوئے ہیں جس سے اُسکا ملعون ہونا لازم آتا ہے۔ مگر چونکہ وہ مرد مسلمان تھا لہذا ہم من حیث الایمان اسپر لعنت نہیں کر سکتے۔ باعتبار کردار البتہ وہ سزاوارِ لعن تھا۔ لیکن یہ لعنت اُس فعل پر ہے جسکو معاویہ کرتا تھا نہ کہ خود ذاتِ معاویہ پر جو کہ اُسکا فاعل تھا۔ باتباعِ شاہصاحب سیاقِ کلام اِس طرح ہوگا کہ برظلم لعنت نہ یہ کہ برظالم لعنت۔ برغصب لعنت نہ کہ برغاصب لعنت۔ برقتل لعنت نہ کہ برقاتل لعنت۔ برافعال وکردارِ معاویہ لعنت نہ بر ذات و وجود معاویہ لعنت حقیقت میں بعض عادات تو اہلسنت کے خلیفۂ پنجم کی ایسی ہی تھیں جن کے سننے اور دیکھنے سے خواہ مخواہ طبیعت کو ایک جوش آہی جاتا ہے شیعہ تو بجائے خود رہے اُن کا جوشِ طبیعت تو ایسا اُوبال کھاتا ہے کہ روکے سے رُک نہیں سکتا کہیں سے کہیں پہنچکر بڑے بڑے جہازوں کو ڈبو دیتا ہے۔ لیکن میں

کہہ سکتا ہوں کہ حق طلب سنیوں کی طبیعت بھی مولوی مسیح الدین وغیرہ کے اِس اقرار کو دیکھکر کہ معاویہ نے (علیؑ واولادِ علی پر لعن کرنے کی راہ نکالی جسکو عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے موقوف کیا) ضرور کچھ نہ کچھ طغیانی پاکر اور نہ سہی تو حضرت معاویہ کی چھوٹی سی نامضبوط کہنہ شکستہ کشتی کے چکر دینے پر موج زن ہو جائیگی بھلا مولوی مسیح الدین نے تو یہ سمجھکر اپنی طبیعت کے جوش کو روکا کہ حضرت معاویہ اِس خیال سے (علیؑ واولادِ علی پر) بطور پیش بندی لعن کرنے لگے تھے کہ سلطنت وحکومت میں فتور واقع نہ ہو اور اُن کے معاون و انصار انکو ناقابل و غیر مستحق نہ سمجھیں مولوی صاحب ممدوح نے حضرت معاویہ کے لعن و طعن کرنے میں اپنے مریدوں کی اطمینان خاطر کیلئے ایک شرعی بہانہ طبیعت پر زور دیکر نکالا ہے جس سے اہلسنت کو یہ خیال کرنے کا حیلہ مل جائے کہ امیر معاویہ لاچار تھے اگر علیؑ و حسینؑ پر افتتاح باب سب و شتم نہ کرتے تو ملک سے ہاتھ دھو بیٹھتے یا اعوان و انصار مشتبہ ہو کر انکو غیر مستحق سمجھنے لگتے۔ سبحان اللہ۔ علیؑ و اولادِ علی پر لعن کرنے کا کیا اچھا بہانہ تجویز کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کا وہ فعل چونکہ بضرورت شدیدہ تھا لہٰذا بحکم آنکہ گر ضرورت بود روا باشد (و الضرورات تبیح المحذورات) جائز ہو گیا۔ کیوں میاں چودھویں صدی کے حق طلب و پاکیزہ منش سنیو سچ کہنا۔ حضرت علیؑ و اولادِ علیؑ پر جناب معاویہ صاحب کے لعن کرنے سے کچھ تمہاری طبیعت میں بھی گدگداہٹ پیدا ہوا یا مثل مولوی مسیح الدین تم بھی اسکو مصالح ملکی و اعوان و انصار کے دل نہادی پر محمول کرکے جائز جانتے ہو۔ بھلا یہ تو بتادو کہ تمہارے نزدیک علیؑ و حسنینؑ جنپر آپ کے حضرت معاویہ لعن کیا کرتے تھے دراصل قابلِ لعنت تھے یا نہیں ضرور ہے کہ آپ صاحب توبہ کرکے کانوں پر ہاتھ رکھکر بدل خواستہ و ناخواستہ دنیاوی شرم و لحاظ سے یہ کہیں گے کہ استغفر اللہ علیؑ و اولادِ علیؑ کی طرف تیز نگاہ کرکے دیکھنا کشاں کشاں جہنم میں لیجانے والا ہے۔ چہ جائیکہ سب و شتم کرنا

تب شاید مجھکو یہ عرض کرنے کا موقع مل جائے کہ مولوی مسیح الدین عبارتِ صدر میں یہ الفاظ لکھتے ہیں (کہ ہمکو یقین ہے کہ وہ دل میں خوب سمجھتے تھے کہ بموجب حدیث شریف کے سب اور لعن غیر مستحق پر خود سائب اور لاعن پر پلٹ آتی ہے) پس حضرت معاویہ جو علیؑ و اولادِ علیؑ پر لعن کرتے تھے وہ گولی نشانہ سے اوچٹ کر پلٹا کھا کے انہیں کے لگتی تھی۔ اب فرمایئے کہ آسمانی بندوقوں کی گولیوں سے حضرت معاویہ اور اُن کے تمام طرفدار سینہ فگار ہوتے تھے یا نہیں اور اس جرم نمایاں کی پاداش میں وہ قابلِ لعن تھے یا کیا۔ بس اب چیں بہ جبین ہو کر پہلو نہ بدلئے کسمسائیے نہیں سیدھی بات ہے اس کے جواب میں کچھ ہاں ہوں کر دیجئے خیر آپ کچھ فیصلہ نہ کریں مگر اتنی تکلیف گوارہ کر کے لب تو ہلا دیں کہ بھائی شیعو تمکو درباب معاویہ ہم آزاد اختیارات دیتے ہیں علیؑ و اولادِ علیؑ پر لعن کرنے کے جرم میں جو چاہو اُس شخص کے ساتھ زبانی عملدرآمد کرو۔ ہم آپسے یہ اقرار کرتے ہیں کہ تمہارے پیارے خلیفہ پنجم کو وہی باتیں سنائیں گے جو کہ وہ علیؑ و اولادِ علیؑ کو بقول مسیح الدین وغیرہ سنایا کرتے تھے۔ مگر مجھکو یقین نہیں ہے کہ اس بڑے پھاٹک کے توڑنے کی آپ صاحب دل سے اجازت دیں۔ کیونکہ حسب قول صاحب حدِّ تحقیق معاویہ سنّیوں کا چور پہرا ہے جہاں یہ ٹوٹا پھر کیا تھا علیؑ علیؑ کہتے ہوئے شیعہ قلعہ میں گھس آئیں گے۔ کسی کی ٹانگ توڑیں گے کسی کا سر پھوڑیں گے۔ حصارِ قموص یعنی قلعہ خیبر میں جو علیؑ نے کیا تھا وہی یہ کر دکھائیں گے۔ بانیانِ ملّتِ سنیّہ نے بڑی مضبوطی سے اس سپاہی کو دروازہ پر اڑایا ہے اور خود دور دور سے پہرہ بندی کی ہے وہ برابر کمربستہ رہکر رات دن نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اور ڈرتے ہیں کہ اگر کہیں خدانخواستہ یہ جوان مارا گیا تو پھر

شامیوں کی خیر نہیں۔ شیعہ قلعہ میں گھسکر یہانتک سیفِ زبان چلائیں گے کہ بیگمات تک کے پرقچے اُوڑا دیں گے۔ سچ بھی تو ہے جب حضرت معاویہ گرفتار ہوکر باجازت سنئیان ہماری حراست میں آگئے تو پھر آگے کیا رہا۔ واللہ بڑا صاف میدان ہے ہمارے لشکر کا ادنیٰ پیادہ بڑے بڑے خودسروں کو کھینچ لائے گا۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر چند حملے کئے اور ہر مرتبہ کامیابی کے ساتھ واپس ہوا۔ مگر جب کابل وغزنی سے تسخیر ہند کا ارادہ کرتا تھا کہدیتا تھا کہ بھائیو اگر میں لشپادر پہنچ گیا تو دلی وکانپور وقنوج وحیدرآباد دکن پہنچنا لڑکوں کا کھیل ہے۔ ایسے ہی ہم اگر برضامندی اہلسنت معاویہ پر قابو پا گئے پھر دیگر دشمنانِ اہلبیت کو پکڑ کر قلعہ بند کر لینا کتنی بڑی بات ہے۔ کیونکہ وہ لوگ قانونِ ظلم وستم کے بنانے والے تھے اور معاویہ اسکا رائج وشائع کرنے والا تھا۔ اس امر کے ثبوت میں کہ اصل بانی مبانی قانونِ ستم وجور ومؤسسِ اساس ظلم وبدعت خلفاء ثلاثہ تھے۔ تاریخ بلاذری کے صفحہ (۶۲ ھ) سے ایک عبارت نقل کیجاتی ہے۔ (لما قتل ذبیح الحسینؑ بن علیؑ کتب عبداللہ بن عمر الی یزید بن معاویہ امابعد فقد عظمت الرزیۃ و جلت المصیبۃ وحدث فی الاسلام حدث عظیم ولا یوم کیوم الحسین۔ فکتب الیہ یزید امابعد یا احمق فانا جئنا الی بیوت منجدۃ وفرش ممہدۃ ووسائد منضدۃ فقاتلنا عنا فان یکن الحق لغیرنا فابوک اول من سنّ ہذا وابتز واستاثر بالحق علی اہلہ ومن ہیہنا قیل قتل الحسین یوم السقیفۃ وقیل قتل ایضًا باسیاف ذاک البغی اول سلہا اصیب علی بسیف بن ملجم انتہٰے کلامہ۔) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے تو عبداللہ ابنِ عمر نے یزید کو لکھا کہ قتلِ حسینؑ سے اسلام پر بڑا حادثہ واقع ہوا اور مصیبت عظمیٰ طاری ہوئی کہ جس کا پایاں نہیں۔ یزید نے جوابًا ابن عمر کو

لکھا کہ اسے احمق ہم ایسے مکانات میں آئے ہیں کہ جن میں بکلف فرش بچھا ہوا تھا اور
بڑے بڑے اونچے تکئے لگے ہوئے تھے اور اس جنگ میں اگر حسینؑ حق پر تھے اور
مجھ سے خونِ ناحق واقع ہوکر اسلام حادثہ پذیر ہوا تو مجھ پر یہ الزام وارد نہیں ہوسکتا
بلکہ اصل ملزم تمہارے والد بزرگوار ہیں ۔جنہوں نے تخمِ ظلم بوکر بڑا تن آور درخت اگایا
اسی سبب سے خلافت کو یہ رائے لگانے کا موقع مل گیا کہ قتلِ حسینؑ سقیفۂ بنی ساعدہ میں
واقع ہوا۔ جبکہ یہ تجویز جنابِ عمر حضرت ابوبکر کے سر پر دستارِ خلافت بندھوائی گئی
بلکہ قتلِ علی بھی اسی سقیفہ میں ہوا ہے ۔حقیر توضیحاً عرض کرتا ہے کہ کبھی کبھی جھوٹا سچی
بات بھی کہہ لیتا ہے جیساکہ قرآن میں ایک موقع پر شیطان کا سچ کہنا آیا ہے ۔ ایسے
ہی یزید کا بجوابِ عبداللہ ابنِ عمر یہ لکھنا کہ یہ تمام کارروائی تمہارے والد ماجد کی ہے
نہایت ہی صحیح اور قابلِ یقین ہے ۔کیونکہ اگر بخلافِ منشاءِ خدا و رسول سقیفۂ بنی ساعدہ
میں حضرت ابوبکر خلیفہ نہ بنائے جاتے تو خاندانِ نبوّت کیوں برباد ہوتا ۔جب اہلبیت
سے مسلمانوں کی سرداری چھین کر غیر مستحقین کو دی گئی تو پھر ہر شخص کو داعیۂ ملک گیری
ہوگئی یہانتک کہ مروان و عبدالملک اور اُنکی اولاد تک تختِ خلافت کو پامال کرنے
لگی ۔میں یقین کرتا ہوں کہ بعد معائنہ مضامینِ خطوطِ عبداللہ ابنِ عمر و یزید غالبًا
کسی شخص کو تامل نہ رہے گا کہ اصل واضعِ قانون ستم حضرت عمر وامثالہم تھے اور
معاویہ و یزید و مروان اُس قانون کے چلانے والے اور ضابطہ بنانے والے تھے یہی
وجہ ہے کہ حضراتِ اہلسنّت بجرم لعنِ علیؑ واولادِ علیؑ ۔معاویہ کو ہمارے حوالہ کرنے میں
دریغ و مضائقہ کرتے ہیں ۔ اُن کو یہ خوف ہے کہ جب شیعہ کے پنجہ میں ہمنے مروجِ قانون
کو دیدیا۔ تو پھر وہ تمام کمیٹی جس نے قانون بنایا ہے مثلِ معاویہ شیعہ کے

تیر مطاعن سے سینہ فگار رہجائیگی - میرا دل چاہتا ہے کہ اہل سنت کے سامنے ایک اور تاریخی مضمون پیش کروں عجب نہیں کہ بہ مقتضائے اسلام اسکو معائنہ فرما کر اس چور پہرے کے توڑنے کی ہمکو اجازت دیں - علیؑ و اولاد علی پر خطبوں میں لعن کرنے سے توانکی طبیعتوں کو تزلزل و ہیجان نہیں ہوا - مگر میں بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ مضمون ذیل کو دیکھکر عجب نہیں کہ خود بھی پر غضب ہو کر بعض الفاظ سے جناب معاویہ کی خدمت گذاری کریں اور نیز ہمکو بھی اجازت دیدیوین کہ جس طرح چاہیں اُن کے ساتھ الٹ پلٹ کریں وہ جوش دلانے والا پر عبرت و حیرت خیز مضمون یہ ہے کہ جس طرح یزید نے امام حسین علیہ السلام کو علانیہ قتل کرایا - ایسے ہی حضرت معاویہ سابُ و لاعن علی و اولاد علی نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دغا پلوایا - اُن کے مرنے سے مسرت ظاہر کی - ملا محمد حسین کاشفی صاحب تفسیر حسینی روضۃ الشہدا میں لکھتے ہیں - (وقبل ازیں حضرت معاویہ اورا (یعنی الیسونیہ قاتلہ جناب امام حسن را) بمال دُنیا فریب دادہ قدرے زہر فرستادہ بود کہ در وقت فرصت در مشروبات و مطعومات آمیختہ شاہزادہ را بخورند - ہائے ہائے سنی صاحبان کیسے اہلبیت کے دوست ہیں کہ شاہزادہ حسن علیہ السلام کے قاتل کو خلیفہ پنجم و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے کہتے گلا خشک ہوا جاتا ہے - اگر کوئی شیعہ انکی تنقیص منزلت کرنے کا ذرا بھی ارادہ کرتا ہے - فوراً آنکھیں نیلی پیلی دکھا کر گلا گھونٹنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اُس کی اصلیت یہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر اہلسنت ایسے پائے جائیں گے جو دل سے فدائے حسینؑ و خاکپائے اولاد رسول ہیں - مگر ساتھ ہی اس کے وہ معاویہ و دیگر خلفا کو مرد مسلمان و مروج دین نبوی سمجھکر اچھا خیال کئے ہوئے ہین -

علما انے اُن کے ذہنوں میں جمادیا ہے کہ رافضی لوگ حضرت معاویہ وخلفاء پر
افترا پردازیاں وبہتان بندیاں کیا کرتے ہیں۔ پس نہ وہ بحث کی کتابیں دیکھتے
ہیں اور نہ اُن کے علما اسچّے واقعات سے بیچاروں کو آگاہ کرتے ہیں۔ کاش اُن کو یہ
خبر ہماری ہی تحریر دیکھکر ہوجاوے کہ معاویہ حضرت علیؑ واولادِ علیؑ کو خطبوں میں لعن
کیا کرتا تھا اور امام حسنؑ کو زہر دغا پلوا کر شہید کیا تو میں یقین کرتا ہوں کہ مثل ہمارے
وہ بھی معاویہ وامثالہم کو بُرا سمجھنے لگین گے +

۶۸۵

تاریخ الانبیا ہر سہ جلد

یہ کتاب مستطاب تصنیفات سے مولانا و مقتدانا مولوی الشیخ احمد صاحب دیوبندی کی ہے جنکی تحاریر شایستہ و مہذبانہ کا کل عالم ثناخواں ہے کیا مقدور ہے کہ کوئی مخالف یا مؤالف جناب ممدوح کی تحریر کے مقابلہ میں اف بھی نکر سکے نکتہ چینی کے لئے تو بڑا حوصلہ ہونا چاہئے ہاں ایک آدھ نااہل کہ جسکو ادعائے جہانیان جہاں گشت ہونے یا عالمگیر زمانہ کہلانے کا ہوا اُسکا کچھہ ذکر ہی نہین اس تاریخ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ صفحہ عالم پر جسقدر اولوالعزم پیغمبر یا انبیا گزرے ہیں ان کے بعد اُن کے خلیفہ یا حواریین یا نائب اور اوصیا ضرور بالضرور ہوئے ہین اور کس کس اوصاف حمیدہ ولیاقت لیئقہ و خصائل پسندیدہ کے تھے اور جس شخص میں منجملہ اوصاف مذکورہ کے ایک بھی صفت نہو وہ ہرگز ہرگز نہ قابلیت نیابت ہی رکھتا ہے اور نہ خلافت ہی کا مستحق سمجھا جاتا ہے اور نہ اُسکو نائب منصوص من اللہ کہا جاتا ہے پہلی جلد میں جناب آدم صفی اللہ سے لیکر تا دوران عیسےٰ مریم علیہ السلام معہ ذکر کتب و صحف سابقہ وغیرہ وغیرہ حتّٰی کہ چھہ صفحہ پر فہرست مضامین ہے جلد دوم میں حضرت اسمٰعیل ع پیغمبر سے لیکر معہ بشارات نبوت و حالات غزوات جناب سرور کائنات و تفصیل ازواج آنحضرت صلعم مندرج ہے جلد سوم متضمن بحالات انبیا و اوصیائے انبیا ہے غرضیکہ کہانتک لکھا جائے اسکی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے - ہماری عادت خلاف واقعہ تعریف کرنے کی نہیں اگر آپکے کتب خانہ میں یہہ کتاب نہیں تو ضرور منگا لیجئے قیمت عہ

تنبیہہ - ہر سہ جلد ایک ساتھہ فروخت ہوتی ہیں ✚